جامعہ حقانیہ کا ترجمان

مجلّہ الحقانیہ

ساہیوال
سرگودھا

جلد ۳ شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ / اگست ۲۰۰۸ء شمارہ ۸

بانی فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست

شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ اگست ۲۰۰۸ء

☆☆☆☆☆☆☆

کلمۃ الحق مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

بسم اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ

حضرت مولانا قاری محمد طاہر رحیمی رحمۃ اللہ علیہ

مورخہ ۲۶/جمادی الاخریٰ ۱۴۲۹ھ بروز منگل جدہ سے ہمارے مخدوم ومحترم جناب قاری محمد رفیق صاحب مدظلہم نے فون پر اطلاع دی کہ حضرت قاری المقری مولانا محمد طاہر رحیمی صاحب مدینہ منورہ میں انتقال فرما گئے ہیں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ،انّ للّٰہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکلّ عندہ باجل مسمّی۔

حضرت قاری محمد طاہر رحیمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جناب شیخ حفیظ اللہ عرف اللہ رکھا کے ہاں ۱۹۳۹ء بمطابق ۱۳۶۰ھ جالندھر شہر ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا اور حضرت قاری رحیم بخش صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سے تجوید وضبط سمیت گردان نکالی اور مزید دو سال آپ کی خدمت میں رہ کر تجوید مکمل کی اور کچھ قراءات پڑھیں۔ شعبان المعظم ۱۳۸۴ھ میں تمام علوم وفنون سے سند فراغت حاصل کی اور اسی دوران سبعہ وعشرہ کی تکمیل بھی کی اور قراءات عشرہ بطریق جمع الجمع پڑھیں۔ طالب علمی کے زمانہ میں سبعہ کے بعد والی تین قراءتوں میں ’’وضوح الفجر‘‘ کے نام سے صرف اٹھارہ سال کی عمر میں ایک عمدہ رسالہ لکھ کر اصحاب فضل وکمال کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

آپ کے اساتذہ کرام میں مخدوم العلماء حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب جالندھری، حضرت علامہ محمد شریف کشمیری، حضرت مولانا غلام مصطفیٰ، حضرت مفتی محمد عبداللہ صاحب، حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب اور حضرت مفتی عبدالستار صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ سرفہرست ہیں۔

فراغت کے بعد انیس سال تک جامعہ قاسم العلوم ملتان میں درجہ حفظ وقراءت اور درس نظامی کی کتب پڑھائیں جن میں ابتدائی اور متوسط کتب کے علاوہ صحاح ستہ کی کتابیں بھی شامل ہیں۔

آپ نے جہاں درس وتدریس کی کامیاب ومقبول خدمات انجام دیں وہیں حق تعالیٰ نے آپ کو تصنیف وتالیف کا بھی اعلیٰ ذوق عطا فرمایا تھا۔ علم تجوید وقراءت پر آپ نے درجنوں رسائل، مضامین، کتابیں تالیف فرمائیں جنہیں وقت کے ائمۂ فن نے بے حد سراہا۔ علم تجوید وقراءت اور ان

کے متعلقہ علوم کے علاوہ علم حدیث میں بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، طحاوی شریف اور مشکوٰۃ شریف پر بھی آپ نے گرانقدر علمی اور محققانہ حواشی اور شروح لکھی ہیں جو بے شمار علمی فوائد پر مشتمل ہونے کے ساتھ حسن ترتیب، ضبط و اختصار میں اپنی مثال آپ ہیں۔ اکابر مشائخ و اساتذہ کرام کے مبارک احوال پر آپ کے قلم سے لکھی گئی کتاب ''سوانح فتحیہ'' عظیم تاریخی، علمی سوانح ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ سے دین کے مختلف شعبوں میں بڑی خدمات لیں، خاص طور پر علم تجوید وقراءت میں آپ کی خدمات تاریخ کا ایک سنہری باب ہیں۔ آپ کے علمی کارنامے اور دینی خدمات کو ہمیشہ تحسین کی نگاہوں سے دیکھا گیا، حتیٰ کہ آپ کی شخصیت پر آپ کے شیوخ، اساتذہ کرام اور اکابر کو نہ صرف اعتماد تھا بلکہ وہ ہمیشہ آپ پر فخر فرماتے رہے۔

حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب، حضرت مفتی محمود صاحب، حضرت مفتی محمد عبداللہ صاحب، امام القراء حضرت اقدس مولانا قاری المقری فتح محمد صاحب پانی پتی، حضرت قاری رحیم بخش صاحب، حضرت علامہ محمد شریف کشمیری، حضرت مفتی عبدالستار صاحب رحمۃ اللہ علیہم آپ کے علمی کارناموں سے نہ صرف خوش اور مسرور بلکہ ان سے بے حد متاثر اور مداح تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے عظیم محسن و مربی حضرت قاری رحیم بخش صاحب پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں تک ارشاد فرمایا کہ ''اگر قیامت کے روز مجھ سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ تو کیا لایا ہے؟ تو میں کہوں گا کہ طاہر کو بنایا اور تیار کیا ہے''(از سوانح فتحیہ)

آپ کا عقد نکاح ۲۶ سال کی عمر میں حضرت مجدد القراءت کی صاحبزادی سے ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں۔ آپ کی دینی خدمات میں سے ''جامعہ رحیمیہ'' ملتان بھی ہے جس کا سنگ بنیاد ۱۳۹۷ھ میں رکھا گیا۔

زندگی کے آخری حصہ میں کئی سال سے آپ مدینہ منورہ میں مقیم تھے۔ آپ نے پہلا حج ۱۳۹۸ھ میں ادا کیا، اس کے بعد متعدد عمرے اور حج کی سعادت حاصل ہوئی۔ حتیٰ کہ آخر میں وہیں اقامت فرمائی اور وہاں بھی درس و تدریس، تصنیف و تالیف کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ اس طرح آپ کا فیض عرب و عجم میں عام ہوا اور آپ سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد بلا مبالغہ ہزاروں تک پہنچتی ہے۔

حضرت موصوف مرحوم بلا شبہ اپنے علم و فن کے امام اور اس میں یکتا تھے، لیکن بایں ہمہ اپنے اکابر و شیوخ اور اساتذہ کرام سے بے حد محبت اور ان کا بہت ہی ادب و احترام فرماتے تھے۔

آپ نے تربیت باطنی اور اصلاح کیلئے پہلے حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کی اور پھر اپنا اصلاحی تعلق حضرت امام القراء سے قائم کیا اور انہی کے نقش قدم پر اپنی زندگی کا آخری حصہ مدینہ منورہ کی مقدس سرزمین میں گزار کر اس جہان فانی سے کوچ فرمایا، اور یوں اپنے شیخ، مربی و محسن، امام القراء کی طرح سرزمین پاک میں دفن ہونے کی آرزو وتمنا پوری ہوئی۔

احقر ناکارہ کو اگرچہ حضرت موصوف سے تلمذ کا شرف حاصل نہیں لیکن چونکہ آپ کی متعدد کتب پڑھنے کا موقع ملتا رہا اور ان سے کافی فائدہ اٹھایا اس لئے شروع سے احقر اپنے دل میں آپ کی قدر محسوس کرتا ہے۔

آیات قرآنی کی تعداد پر جب آپ کا تحقیقی رسالہ چھپ کر آیا تو سب سے پہلے احقر کو اس وقت آپ کا تعارف ہوا، اور پھر بعد میں جب آپ کی متعدد کتب وتالیفات سے استفادہ کا موقع ملا تو یہ تعارف بڑھتا گیا اور پھر آپ کی ملاقات اور مجلس میں حاضری کا بھی اتفاق ہوا۔

احقر کے والد ماجد حضرت اقدس مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی قدس سرہ بھی چونکہ باقاعدہ طور پر سبعہ وعشرہ کے قاری اور شیخ القراء حضرت قاری محی الاسلام پانی پتی وامام القراء حضرت اقدس قاری فتح محمد پانی پتی قدس سرہما کے تلمیذ رشید تھے اس لئے حضرت قاری محمد طاہر رحیمی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دل میں آپ کی بے حد قدر تھی اور متعدد مسائل میں آپ سے مشورہ فرماتے تھے۔ اسی طرح حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ بھی حضرت قاری طاہر صاحب کو اپنے فن کا ماہر کامل بلکہ اکمل سمجھتے تھے اور ان کی علمی، دینی خدمات اور علم تجوید وقراءت سے متعلق تحقیقات کے قدردان تھے۔

جس زمانہ میں قاسم العلوم ملتان میں آپ مدرس تھے حضرت والد صاحب قدس سرہ کو آپ نے ہی اس طرف متوجہ کیا تھا کہ بیان القرآن میں کئی مقامات پر بعض حروف اور کلمات کا ترجمہ چھوٹا ہوا ہے اس کی تکمیل کی ضرورت ہے۔ چنانچہ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے دن رات محنت کر کے بیان القرآن کے ایسے مقامات کا ترجمہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی کتاب ''حکیم الامت نقوش وتاثرات'' سے جمع کر کے ''تکملۃ البیان'' کے نام سے مرتب فرمایا جو بعد میں بیان القرآن کے ساتھ شائع ہوا۔

احقر سے ایک مرتبہ انہوں نے خود بھی اس کا ذکر فرمایا تھا جب میں نے ان کو بتایا کہ ایسے

تمام مقامات کا ترجمہ اب ''تحفۃ البیان'' کے نام سے طبع ہو چکا ہے، تو اس پر انہوں نے بے حد مسرت اور خوشی کا اظہار فرمایا اور ساتھ ہی حضرت اقدس والد ماجد قدس سرہ کو بہت ہی دعائیں دیں۔

۱۴۱۲ھ میں حضرت اقدس والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ نے حرمین شریفین کا سفر فرمایا، احقر کو بھی معیت کی سعادت حاصل ہوئی، اس وقت مدینہ منورہ مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی، حضرت سے مل کر وہ بڑے محظوظ ہوئے کیونکہ اس سفر میں ان کی تحریک بھی شامل تھی۔

اس کے بعد پھر رجب ۱۴۲۱ھ رجب المرجب میں دوبارہ وہاں حاضری ہوئی تو اس وقت ان کی کتاب ''فضائل حفاظ القرآن'' شائع ہو چکی تھی، احقر ملنے کیلئے ان کی قیام گاہ پر حاضر ہوا، بڑی عنایت سے پیش آئے اور اپنی اس عظیم کتاب کے چند نسخے عطا فرمائے اور حضرت والد گرامی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شدید تقاضہ ظاہر فرمایا لیکن اس وقت ہماری واپسی تھی اس لئے ملاقات نہ ہو سکی۔

شوال المکرم ۱۴۲۱ھ، یکم جنوری ۲۰۰۱ء کو حضرت والد گرامی رحمہ اللہ تعالیٰ انتقال فرما گئے، احقر نے احباب کے تقاضہ پر آپ کی سوانح لکھنے کا ارادہ کیا تو خیال آیا کہ مختلف حضرات سے بھی مضامین لکھوائے جائیں، چنانچہ اس سلسلہ میں ایک تحریر حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی ارسال کر دی گئی۔ انہوں نے بڑی حوصلہ افزائی فرمائی اور حضرت پر نہایت جامع، ما قلّ ودلّ مضمون لکھنے کے ساتھ ''ضیافت مدینہ'' کے نام سے ''سبعہ احرف'' کی بحث پر ایک عظیم الشان علمی و تحقیقی مضمون تحریر فرما کر احقر کو درج ذیل مکتوب گرامی کے ساتھ ارسال فرمایا:

باسمہ تعالیٰ

محترم المقام مدظلہ .... وعلیکم السلام، ثم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حسب فرمان ناقص سی تحریر ارسال خدمت ہے، ''سبعہ احرف'' کی بحث اصل مضمون سے نہ الگ فرمائی جائے اور نہ ہی مختصر فرمائی جائے، کیونکہ حضرات علماء کی آراء مطلوب ہیں۔ فقط

سیاہ کار ناچیز محمد طاہر الرحیمی عفی عنہ

المدینۃ المنورہ زادھا اللہ نوراً وسکینۃً

۱۴۲۲/۶/۲۰ھ بیوم السبت

احقر نے حسب الحکم "سبعہ احرف" کی علمی بحث اصل مضمون کے ساتھ ہی شائع کر دی، ملاحظہ ہو کتاب "حیات ترمذی" ص ۶۶۳ تا ۶۸۲۔

یہ چونکہ خالص علمی بحث تھی اس لئے ضرورت تھی کہ کتابت میں کوئی غلطی نہ ہو۔ حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کمپوزنگ کی غلطی نہ ہونے کی صورت میں انعام دینے کا اعلان بھی فرمایا، اس لئے احباب نے تصحیح کا غایت اہتمام کیا۔ احقر نے مدینہ منورہ حاضری کے موقع پر مضمون ملاحظہ کیلئے آپ کو پیش کیا، خیال تھا کہ اس میں کوئی غلطی نہ ہوگی، لیکن سخت حیرت ہوئی کہ دیکھتے ہی فوراً حضرت موصوف نے ایک دو مقام پر بڑی باریک غلطی کی نشاندہی فرما دی۔ احقر کو خیال ہوا کہ اب انعام نہیں ملے گا لانّہ اذا فات الشرط فات المشروط، لیکن اس کے باوجود نہایت مسرت اور خوشی کا اظہار فرمایا اور چار صد ریال بھی بطور انعام کے عطا فرمائے، فجزاھم اللّٰہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

احقر نے حضرت والد صاحب کے لکھے ہوئے مصحف کی اشاعت کا مشورہ کیا، فرمایا کہ اگر تصحیح کا بلیغ اہتمام ہو سکے تو مفید ہے ورنہ مناسب نہیں۔

حضرت موصوف کے ساتھ احقر کی یہ مجلس خاصی طویل تھی، مختلف امور پر تبادلہ خیال ہوا۔ اپنے اس مذکورہ مضمون کے بارہ میں فرمایا کہ میں نے یہ سارا مضمون روضہ اقدس کے سامنے متوجہ ہو کر لکھا ہے اس لئے اس میں یہاں کی برکات بھی شامل ہیں۔

اس کے بعد ایک مرتبہ پھر رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ میں مدینہ منورہ حاضری ہوئی لیکن افسوس کہ اس مرتبہ ملاقات نہ ہو سکی۔

حضرت اقدس والد گرامی قدس سرہ پر حضرت مولانا موصوف رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو مضمون تحریر فرمایا اس کا ابتدائی حصہ ایسا جامع ہے کہ اس میں حضرت کی پوری شخصیت کا تعارف آ گیا ہے۔ نیز یہ تحریر بہت سے فوائد پر مشتمل ہے، دل چاہتا ہے کہ اس کا یہ حصہ قارئین کی نظر سے بھی گزر جائے، اس لئے ذیل میں انہی کے الفاظ میں درج ہے:

عموماً دیکھا یہ گیا ہے کہ اگر کوئی شخص عالم ہے تو تجوید و قراءت میں پٹ، تجوید و حفظ و قراءت کا ماہر ہے تو علم سے بالکل کورا، محدث ہے تو فقیہ نہیں، فقیہ ہے تو محدث نہیں، مدرس ہے تو مصنف نہیں، مصنف ہے تو مدرس نہیں، شریعت کے علم ظاہری کا فاضل ہے تو طریقت و روحانیت، سلوک و تصوف

سے قطعاً نابلد،صوفی باطن ہے تو علم شریعت سے یکسر ناآشنا۔ان سب کمالات وعلوم کی جامع شخصیتوں کی ازمنہ ماضیہ میں تو کمی نہ تھی مگر ازمنہ متاخرہ میں ایسی مثالیں عنقاء اور بہت نادرالوجود ہیں۔

دورحاضر میں ہمارے مخدوم بزرگ حضرت مولانا الفقیہ المفتی المقری المحدث جامع الشریعۃ والطریقۃ مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ کی ذات بابرکات ایسے ہی قافلے کی راہرواں جامع الکمالات شخصیات میں سے پیچھے رہی ہوئی ہرفن مولیٰ ایک باکمال وجامع شخصیت تھی۔آپ کی ذات میں بیک وقت ذاتِ باری تعالیٰ نے علم وفضل،تجوید وحفظ وقراءت،حدیث دانی،فقاہت وفتویٰ نویسی،تصنیف وتدریس،تحریر وتقریر،شریعت کے ظاہری علوم،طریقت کے باطنی علوم،یہ سب ہی کمالات وملکات واوصاف وعلوم وفنون ودیعت فرمائے تھے۔

آپ ان محقق علماء کے زمرے میں شامل تھے جو اسلاف کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فقہ وحدیث وتفسیر کو ضروری قرار دینے کے ساتھ علم تجوید وعلم قراءات عشرہ پر بھی نظر رکھتے تھے۔نیز اصلاح نفس اور تربیت باطن کے زیور سے خوب آراستہ پیراستہ تھے۔فی الواقع ایسے ہی مقدس وجامع الکمالات حضرات حقیقی معنی میں ''حاملین قرآن علماء'' کہلانے کے حقدار ہیں۔(حیات ترمذی ص ۶۴۷ تا ۶۴۸)

اس تحریر سے حضرت اقدس والدگرامی قدس سرہ کے ساتھ ان کا تعلق اور ان کی عظیم شخصیت سے ان کا تاثر واضح ہے۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دینی خدمات کو قبول فرمائیں،آپ کے تلامذہ اور دینی مدارس کو آپ کیلئے صدقہ جاریہ اور باقیات صالحات بنائیں،آپ کے درجات بلند فرمائیں اور صالحین کے ساتھ الحاق فرمائیں،نیز پسماندگان کو اجر وصبر سے نوازیں اور ان کی اولاد کو صحیح معنی میں ان کا جانشین بنائیں،آمین۔

فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

۵/رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

درس قرآن کریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روافض اور خوارج بھی صحابہ کرام کو احمق اور کافر اور منافق کہتے ہیں۔

سفیہ اس کو کہتے ہیں کہ جو اپنے نفع اور ضرر کو نہ پہچانتا ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنا وعنہم چونکہ آخرت کے نفع اور ضرر کے فکر میں اس درجہ سرشار اور منہمک تھے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے کسی نفع اور ضرر کی ذرہ برابر ان کو پرواہ نہ رہی تھی، اس لئے دنیا کے کتے ان کو دیوانہ اور بے وقوف کہتے تھے۔

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نشد اوست فرزانہ کہ فرزانہ نشد

منافقین کا مخلصین کو دیوانہ اور سفیہ کہنا بھی ان کے عاقل اور سمجھدار ہونے کی دلیل ہے۔

واذا اتتك مذمتي من ناقص فهي الشهادة لي بانّي كامل

کسی ناقص العقل کا میری مذمت کرنا یہی میرے کامل العقل ہونے کی شہادت ہے۔ اس لئے آگے ارشاد فرماتے ہیں "آگاہ ہو جاؤ کہ یہی لوگ احمق اور بے وقوف ہیں" کہ جنہوں نے باقی کو چھوڑ کر فانی کو اختیار کیا ہے اور عاقلوں کو احمق سمجھتے ہیں اور حق کو باطل اور ہدایت کو ضلالت سمجھتے ہیں۔

شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا الكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت، والاحمق من اتبع نفسه هواها وتمنّٰى على اللّٰه (رواہ الترمذی وابن ماجۃ) عاقل اور سمجھدار وہ ہے کہ جس نے اپنے نفس کو اللہ کا مطیع اور فرمانبردار بنایا اور مابعد الموت یعنی آخرت کیلئے عمل کیا، اور احمق اور بے وقوف وہ ہے کہ جس نے ہوائے نفسانی کا اتباع کیا اور اللہ پر آرزوئیں اور تمنائیں باندھیں (ترمذی، ابن ماجہ)

علاوہ ازیں لیل ونہار آپ کے معجزات کا مشاہدہ کیا اور جو نعت اور صفت آپ کی آسمانی کتابوں میں دیکھی اور پڑھی تھی وہ ہو بہو آپ پر منطبق پائی اور پھر بھی ایمان نہ لائے، اس سے بڑھ کر کیا حماقت ہوگی۔

اور یہ منافق ایسے احمق اور بے وقوف ہیں کہ وہ اپنی حماقت اور بے وقوفی کو بھی نہیں جانتے۔

جواحمق اپنی حماقت کو جانتا ہو وہ غنیمت ہے، لیکن جو احمق اپنی حماقت اور سفاہت کو دانائی اور فراست سمجھتا ہو اس کا مرض لاعلاج ہے۔

ان آیات میں یہ بیان فرمایا کہ منافقین اہل اخلاص کو زبان سے بے وقوف بتلاتے ہیں۔ آئندہ آیات میں یہ بتلاتے ہیں کہ محض زبان سے نہیں دل سے بھی ان کو بے وقوف سمجھتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں و اذا لقوا الّذین امنوا قالوا امنّا و اذا خلوا الٰی شیاطینھم قالوا انّا معکم انّما نحن مستھزء و ن، اور جب وہ منافقین ملتے ہیں اہل ایمان سے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، اور جب اپنے شیاطین الانس یعنی اپنے رؤساء کے پاس تنہا ہوتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں، سوائے اس کے نہیں کہ ہم تو مسلمانوں کے ساتھ تمسخر اور ہنسی کرتے ہیں۔ تا کہ لوگوں پر مسلمانوں کی سفاہت اور بے وقوفی ظاہر ہو کہ محض زبانی اقرار سے ہم کو دعوائے ایمان میں سچا سمجھتے ہیں۔

شیاطین سے منافقین کے پیشوا اور سردار مراد ہیں جو دین الٰہی کے مقابلہ میں ہر قسم کے فتنہ اور فساد کے سرغنہ بنے ہوئے تھے۔ شیطان لغت میں سرکش اور حد سے گزرنے والے کو کہتے ہیں خواہ جنوں میں سے ہو خواہ انسانوں میں سے ہو کما قال تعالٰی شیاطین الانس والجنّ۔

اہل نفاق کو چونکہ ایمان سے دلی رغبت نہ تھی، محض قتل سے جان بچانے کیلئے ایمان کا ظاہرا اقرار کرتے تھے اس لئے امنّا کہنے میں کسی حرف تاکید کا استعمال نہ کیا، اور جب اپنے شیاطین اور ائمۃ الکفر کی معیت اور مسلمانوں کے استہزاء کو بیان کیا تو حرف انّ اور انّما اور جملہ اسمیہ سے اس کو مؤکد کیا، یہ تاکیدی کلمات انکار کی بناء پر نہیں بلکہ اظہار شوق ورغبت کیلئے تھے، کما فی المطوّل۔

آئندہ آیت میں ان کے استہزاء و تمسخر کا جواب ہے کہ یہ نادان کیا اہل ایمان کا استہزاء اور تمسخر کرتے ہیں، ان کو یہ خبر نہیں کہ یہ لوگ خداوند علام الغیوب کے استہزاء اور تمسخر کا محل بنے ہوئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ یہ کیا اہل ایمان اور اہل اخلاص کے ساتھ تمسخر کرتے ہیں اللّٰہ یستھزئ بھم و یمدّھم فی طغیانھم یعمھون، ان کے ساتھ تو اللہ تعالٰی وقتاً فوقتاً تمسخر کرتا رہتا ہے اور ان کی سرکشی اور گمراہی میں ان کو ترقی دیتا رہتا ہے درآنحالیکہ وہ اس میں سرگشتہ اور سرگرداں ہیں۔

درس حدیث

رحمۃ الفردوس ترجمہ بہجۃ النفوس

مؤلف: حضرت امام حافظ ابومحمد عبداللہ بن ابی جمرہ الازدی الاندلسی رحمہ اللہ

مترجم: شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی قدس اللہ سرہ

اسی طرح پانیوں کو دیکھو کوئی شیریں ہے کوئی شور، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ھذا عذب فرات سائغ شرابه وھذا ملح اجاج ومن کلّ تاکلون لحما طریا وّتستخرجون حلیة تلبسونها وتری الفلك فیه مواخر، یہ ایک پانی تو میٹھا ہے اور بہت شیریں جس کا پینا خوشگوار ہے اور دوسرا پانی نمکین ہے اور بہت تلخ، اور ہر ایک سے تم (مچھلی کا) تازہ گوشت کھاتے اور (موتیوں کا) زیور نکالتے ہو جو تمہارے پہننے کے کام آتا ہے، اور تم اس میں کشتیوں کو پانی چیرتے ہوئے چلتے دیکھتے ہو۔

اسی طرح زمین کے پھلوں میں غور کرو اور ان کے مزوں کا اختلاف دیکھو حالانکہ ان کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور ایک ہی قطعہ میں اگتے ہیں (مگر اس پر بھی کوئی پھل میٹھا ہے کوئی کھٹا ہے، کسی کا رنگ کیسا ہے کسی کا کیسا) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تسقی بماء وّاحدو نفضّل بعضها علی بعض فی الاکل کہ بعضے پھل ایک ہی پانی سے (ایک ہی قطعۂ زمین میں) سیراب کئے جاتے ہیں مگر ہم ایک کو دوسرے پر مزے میں فوقیت دے دیتے ہیں۔

استدلال ونظر (وفکر) کا یہ طریقہ کمال ایمان (حاصل کرنے) کیلئے کافی ہے جیسا ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل (ابراہیم) علیہ السلام کو علم الیقین عطا کرنے کیلئے یہی طریقہ اختیار فرمایا تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں وکذلك نری ابراھیم ملکوت السّمٰوات والارض ولیکون من الموقنین، اور ہم اسی طرح ابراہیم (علیہ السلام) کو آسمانوں اور زمینوں کی مخلوقات دکھلا رہے تھے تاکہ (وہ ان میں غور کریں) اور یقین والوں میں سے ہو جائیں۔ اور اسی علم کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے تعلّموا الیقین فانی اتعلّم الیقین کا درجہ حاصل کرو کیونکہ میں بھی اس کو حاصل کرتا ہوں۔

اب جو شخص اس حد سے جو علم الیقین تک پہنچا دینے کیلئے کافی ہے آگے بڑھنا چاہے وہ مبالغہ کی حد میں داخل ہوگا جو اس کی طاقت سے باہر ہے، پس لامحالہ دین اس کو ہرا دے گا، یا تو اس وجہ سے کہ دلائل بکثرت ہیں اور (عمر کا) زمانہ بہت کم ہے، یا اس وجہ سے کہ اس کو (دلائل میں) شک اور شبہ پیش آجائے گا (تو علم الیقین حاصل نہ کر سکے گا)

اور اسلام میں (مبالغہ کی حد سے بچنے کی) صورت یہ ہے کہ اول فرض کو ہر پہلو سے پوری طرح ادا کرے، جب اس میں کامیاب ہو جائے تو اپنی ہمت کے موافق مستحبات میں مشغول ہو اور کسی ایک واجب یا ایک مستحب میں اتنا غلو نہ کرے کہ دوسرے میں خلل ڈال دے، کیونکہ اعمال میں مبالغہ کی یہی صورت ہے جس کا انجام خسارہ ہے، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطف سے دستگیری فرمائیں اور توبہ کی توفیق دے دیں۔

اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے ایک دن ملے اور دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کس چیز کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں؟ فرمایا میں عقل کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں (یعنی مجھ کو ایسی شریعت دی گئی ہے جس پر چلنے کیلئے عقل وفہم کی ضرورت ہے) عرض کیا یا رسول اللہ! اور ہمارے پاس (اتنی) عقل کہاں ہے؟ فرمایا عقل کی تو کوئی حد نہیں ہے (اور عقل کامل کا حاصل کرنا واقعی دشوار ہے) لیکن جو شخص اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھے اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حلال سمجھے اس کو عاقل کہا جائے گا، پھر اگر اس میں کوشش کرتا رہا تو اس کو عابد کہا جائے گا، اور اگر عبادت میں کوشش کرتا رہا تو اس کو جواد (اور باہمت) کہا جائے گا۔

(اس سے معلوم ہوا کہ عبادت میں کوشش اسی وقت محمود ہے جبکہ علم اور عقل کے ساتھ ہو) اب اگر کوئی شخص بدوں عقل کی رہنمائی کے جو اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کے اتباع واحتیاط کا پتہ دیتی ہے عبادت میں کوشش کرنے اور نیک کاموں میں جوانمردی دکھلانے لگے تو یہ ان لوگوں میں داخل ہوگا جن کی کوشش دنیوی زندگی ہی میں برباد ہوگئی ہے مگر وہ یہی گمان رکھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں (کیونکہ ایسا شخص اپنی بے عقلی کی وجہ سے یقیناً عبادت میں گڑبڑ کرے گا اور بعض دفعہ کسی ایک مستحب کیلئے بہت سے فرائض وواجبات کو برباد کر دے گا)

مرسلہ: محمد صدیق عفا اللہ عنہ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

جمع وترتیب: حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری قدس سرہ

O فرمایا میں نے ایک غیر مقلد عالم کے سوال کے جواب میں اہل قبور کے افادے کو اس حدیث سے ثابت کیا کہ ایک صحابی نے بیان کیا کہ میں نے ایک قبر کے اندر سے سورۂ ملک کی آواز سنی۔ پس قرآن شریف کا سننا فائدہ ہے اور سنانا افادہ ہے اور یہ فائدہ میت سے حاصل ہوا پس مطلوب ثابت ہوگیا۔

اسی سلسلہ میں یہ حکایت تائیداً بیان کی کہ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کو ایک ثقہ شخص نے خواب میں دیکھا، فرمایا کہ مجھ کو مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے خلافت دے دی، غالباً اس کا مطلب یہ ہے کہ تصرف کا اذن مل گیا، وجہ استخلاف یہی تصرف ہے، اور یہ عام نہیں بعض بزرگوں کو بعد وفات کے مل جاتا ہے۔

ایک صاحب نے پوچھا کہ وہ کس قسم کا تصرف ہوتا ہے؟ فرمایا مثلاً کسی کو کیفیت باطنیہ حاصل ہوگئی یا اس میں ترقی ہوگئی (احقر نے کہا کہ کیا اس کا ادراک زندہ کو ہوتا ہے؟) فرمایا مثلاً اس بزرگ کی قبر پر جانے سے ذوق وشوق میں ترقی ہوگئی، تو یہ ترقی اس بزرگ کے تصرف وتوجہ کا اثر ہوتی ہے جو مدرک ہوتا ہے۔ کسی نے اہل مجلس میں سے کہا کہ گھر بیٹھے بھی تو یہ فائدہ ہوسکتا ہے، فرمایا قبر سے مردہ کو خاص تعلق ہوتا ہے وہاں اس کی زیادہ توقع ہے۔

O سلسلہ مذکورہ میں فرمایا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر تشریف لے جاتے تھے، ایک بار ان کو خیال ہوا معلوم نہیں حضرت کی روح کو اس کی اطلاع ہوتی ہے یا نہیں، پس ان کی روح نے متمثل ہوکر شاہ صاحب رحمہ اللہ سے خطاب کیا اور یہ شعر نظامی کا پڑھا

مرا زندہ پندار چوں خویشتن   من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

O فرمایا اگر طریق (سلوک) سے کسی کو مناسبت ہو اور میری تالیفات دیکھتا رہے اور کبھی کبھی پاس بیٹھتا رہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ہے۔

O فرمایا ایک رئیس ہندو یہاں آیا، اس کے ساتھ اس کا گرو بھی تھا۔ اس نے سوال کیا کہ قرآن

شریف آپ کے نزدیک اللہ کا کلام ہے؟ میں نے کہا ہاں۔اس نے کہا کیا اللہ تعالیٰ کے زبان ہے؟ میں نے کہا نہیں۔اس نے کہا پھر کلام کیسے صادر ہوسکتا ہے؟ میں نے کہا یہ مقدمہ ہی غلط ہے کہ کلام کا صدور بلا زبان نہیں ہوسکتا۔دیکھئے انسان تو بواسطہ لسان کے گفتگو کرتا ہے مگر لسان بالذات متکلم ہے لسان کو تکلم کیلئے کسی دوسری لسان کی حاجت نہیں،اسی طرح انسان آنکھ سے دیکھتا ہے اور آنکھ خود بالذات دیکھنے والی ہے اس کو کسی دوسری آنکھ کی حاجت نہیں۔اسی طرح انسان کان سے سنتا ہے،ناک سے سونگھتا ہے مگر ان اعضاء کیلئے ان کے افعال میں دوسرے اعضاء کی حاجت نہیں،یہ خود بلاواسطہ اور بالذات سنتے،سونگھتے ہیں۔پس اگر اسی طرح اللہ تعالیٰ بالذات متکلم ہوں اور ان کو لسان کی حاجت نہ ہو تو کیا استبعاد ہے۔اس کو سن کر بہت محظوظ ہوا اور اپنے گروہ سے کہنے لگا کہ دیکھا علم اس کو کہتے ہیں۔

O ایک مولوی صاحب نے خط میں تصوف کے رؤس دریافت کئے،فرمایا اس کا طریق یہ نہیں ہے،بلکہ میرے پاس آکر کچھ دن رہیں پھر سب معلوم ہوجائے گا۔اور مجھ سے تو اگر کوئی اس قسم کے سوالات کرتا ہے تو میں کہہ دیتا ہوں کہ یہاں تحصیل فن کا انتظام نہیں،اگر علاج کرانا ہے تو علاج کیلئے آجاؤ،اور علاج میں حکیم سے وجہ دریافت کرنے کی اجازت نہیں،بس ہم جو کہہ دیں وہ کرتے رہو۔ بعض لوگوں کو بس چند الفاظ اصطلاحی یاد ہوجاتے ہیں ہر جگہ انہیں کو بگھارتے پھرتے ہیں۔

حرف درویشاں بدزدد مرد دوں   تا بخواند بر سلیمے زاں فسوں

O فرمایا طاعون میں مکان کو چھوڑ کر باہر صحراء میں جانا جائز ہے لیکن پہلے اپنے اعتقاد کو اچھی طرح دیکھ لے۔

O فرمایا تراویح کے متعلق مولوی ظفر احمد نے اعلاء السنن میں بہت عمدہ تحقیق لکھی ہے۔اور مجھ کو سب سے زیادہ اس کتاب کا خیال ہے کہ یہ کتاب جلدی چھپ جاوے گو کچھ نکاسی بھی نہ ہو،آخر کسی نہ کسی طرح اہل علم کے تو ہاتھوں میں پہنچ جائے گی۔

O ایک ضال مضل کی نسبت فرمایا کہ جب یہ پیدا ہوا تو اس کے والد اس کو شاہ غلام علی صاحب کی خدمت میں لے گئے،تو دیکھ کر فرمایا یہ بہت لوگوں کو گمراہ کرے گا۔

O فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اول ہی قادیانی کی براہین کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ اس کے طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت جلد لوگوں کو گمراہ کرے گا۔

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

اصلاحی مکاتیب

سالکین کے خطوط اور حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ کے جوابات

حال: کیا اچانک نظر پڑنے کے بعد خود بخود بشر ہونے کی صورت میں دل میں کوئی خیال آوے تو اس پر بھی مواخذہ ہوگا۔

ارشاد: نہیں۔

حال: بعض وقت فوری طور پر بڑے عجیب خیالات آتے ہیں جن سے دل ڈرتا بھی ہے اور وہ خیالات آناً فاناً قصداً دور ہو جاتے ہیں۔

ارشاد: بس پھر کچھ گناہ نہیں ہوتا۔

حال: بغرض اپنی اصلاح کے اپنے حضرات میں سے کسی کے پاس رہنا نصیب نہیں ہوا۔

ارشاد: اللہ تعالیٰ ان حضرات کی برکات سے نوازیں ان کے بعد ان کی کتابوں سے استفادہ کیا جا سکتا ہے اور وہ ان کے قائم مقام ہوتی ہیں۔

حال: اب جی چاہ رہا ہے کہ چند دنوں کیلئے آنجناب کی خدمت میں حاضری دوں۔

ارشاد: حضرت حکیم الامت تھانویؒ کے ملفوظات بالالتزام دیکھتے رہیں ان سے بنسبت میرے پاس رہنے کے زیادہ فائدہ ہوگا اس پر عمل کرتے رہیں۔

حال: اس کے علاوہ احقر اپنی بیوی کو ماہانہ جیب خرچ دیتا ہے تاکہ اس کو اپنی مرضی سے خرچ کرلے۔

ارشاد: یہ حسن معاشرت اور بہت اچھی بات ہے۔

حال: ان تمام حالات و معاملات کے باوجود پھر اس کے دل میں میری ذرا بھی قدر نہیں۔

ارشاد: دل میں قدر رہوتے ہوئے بھی بعض دفعہ طبیعت کی کمزوری سے ایسے افعال واقوال صادر ہو جاتے ہیں ان پر زیادہ خیال نہ کیا جائے اور زیادہ سوچا نہ جائے معاملہ کو جلدی سے رفع دفع کر دیا کریں۔

حال: پھر ذہنی الجھن میں طرح طرح کے ذہن میں خیال آتے ہیں شیطان بھی اس وقت پوری طرح سے دماغ پر مسلط ہوتا ہے۔

ارشاد: اس کے کہنے پر عمل نہ کیا جائے بجز اپنے کو کسی دوسرے کام میں لگالیا جائے۔

حال: مزید یوں کہتی ہے کہ آپ سے دوسرے اپنی بیویوں کا زیادہ خیال رکھتے ہیں۔

ارشاد: اس بحث میں نہ پڑیں جو بہتر سلوک ہو سکے وہ کرتے رہیں۔

حال: حضرت اسے کچھ تو احساس ہونا چاہئے جبکہ اس کا پورا پورا خیال رکھا جاوے۔

ارشاد: نرمی سے ہی احساس ہو سکتا ہے مطالبہ کرنے یا دل کے تقاضہ کرنے سے اپنی طبیعت پر بوجھ ہوتا ہے یہ نہیں چاہئے۔

حال: اگر اسے کسی قسم کی کوئی خواہش ہو تو صاف صاف کہے کہ مجھے فلاں چیز کی خواہش ہے۔

ارشاد: یہ عورتوں کی کمزوری ہے اور جیسا کسی کو اللہ تعالیٰ نے بنادیا ہے اس کے ساتھ اسی طرح نباہ کرنا چاہئے۔

حال: خاوند پر بیوی کے فرائض اور واجبات کے درجہ میں کیا کیا حقوق ہیں۔

ارشاد: بہشتی زیور اور وعظ "حقوق البیت" غور سے پڑھیں۔

حال: ذہن پر بہت بڑا بوجھ ہے کہ میں اتنی کوشش کے باوجود اسے خوش نہیں کر سکا۔

ارشاد: بوجھ نہیں ہونا چاہئے جو کوشش اختیار میں ہے اسے کرتے رہنا چاہئے۔

حال: میری ساری محنت اور کوشش بے کار گئی۔

ارشاد: نہیں اس کا بہت اجر ملے گا ان شاء اللہ۔

حال: خدا جانے میری نماز روزہ وغیرہ بھی عند اللہ مقبول ہیں یا نہیں۔

ارشاد: حسن ظن رکھنا چاہئے کہ قبول ہیں۔

حال: ایک بندہ جس کو راضی کرنے میں میرا اپنا حظ ہے نہیں کر سکا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا حال ہوگا۔

ارشاد: وہ بہت کریم ہیں اور قدر دان ہیں بہت جلد راضی ہو جاتے ہیں۔

حال: بہت زبان دراز ہے کوئی بات نہیں ہوتی جس کا جواب نہ دے۔

ارشاد: صبر ہی اس کا علاج ہے۔

حال: تمام معمولات باقاعدگی سے ادا ہو رہے ہیں تفکرات کی وجہ سے ذہنی توجہ بالکل نہیں ہوتی۔

ارشاد: کچھ حرج نہیں اسی طرح کام کرتے رہیں۔

فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

توضیح المراد لمن تخبط فی عقوبة الارتداد

اسلام میں ارتداد کی سزا

مخالفین کے شبہات کا ازالہ (قسط۲)

دوسری دلیل اور اس کا تجزیہ

دوسری دلیل مضمون نگار نے سزائے ارتداد کی نفی پر اس طرح پیش کی ہے، لکھتے ہیں ''پھر قرآن کریم سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۱۷ میں فرماتا ہے''اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھرے پھر مرجائے حالانکہ وہ کافر ہی ہے سو یہی ہیں جن کے عمل دنیا اور آخرت میں کام نہ آئے اور یہی آگ والے ہیں وہ اسی میں رہیں گے'' یہاں مرتد کے حالت کفر پر مرنے کا ذکر ہے نہ اس کے قتل کرنے کا (نوائے وقت مذکور)

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۷ سے مرتد کیلئے سزائے قتل کی نفی نہیں ہوتی، اس لئے کہ اس آیت میں ارتداد پر دنیا اور آخرت میں حبط اعمال کا ذکر فرمایا گیا ہے، اور دنیا میں حبط اعمال کے اندر یہ بھی داخل ہے کہ ایک مسلمان کیلئے اسلام کی وجہ سے جو عصمت نفس اور اس کی جان کی حفاظت کی ضمانت حاصل ہوجاتی ہے اور اس لئے وہ معصوم الدم ہوتا ہے ارتداد سے اس کا وہ حق ضبط ہوجاتا ہے اور وہ مباح الدم ہوکر سزائے قتل کا مستحق ہوجاتا ہے۔

اس طرح مرتد کی سزائے قتل بھی اس کے حبط عمل میں داخل ہوکر اس کا ثبوت بھی اس آیت سے ہی ہوجاتا ہے، جیسا کہ ابن حبان اندلسی کی تفسیر بحر محیط میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ حبط عمل فی الدنیا کا مطلب یہ ہے کہ مرتد واجب القتل ہے وھو حبطه فی الدنیا باستحقاق قتله والحاقه فی الاحکام بالکفار (بحر محیط ج۲ ص۱۵۰) یا پھر حبط اعمال سے دنیا اور آخرت کے ایسے احکام مراد ہوں جو بہر صورت ارتداد پر مرتب ہوتے ہیں اور سزائے ارتداد بھی ان کے مرتب ہونے سے اس کو نہیں بچا سکتی، دنیا میں مثلاً مرتد کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جاتی اور اس کی سب عبادات نماز، روزہ

وغیرہ کالعدم ہوجاتی ہیں، اور آخرت میں اس کو کسی عبادت کا ثواب نہیں ملتا۔ بلکہ اس کی منکوحہ کا اس کے نکاح سے نکل جانا اور گزشتہ عبادات کا ثواب ضائع ہوجانا تو دنیا اور آخرت کے ایسے احکامات ہیں جن سے سزائے ارتداد تو کیا اسلام کی طرف رجوع کرنا بھی اس کو نہیں بچاسکتا، اور یہ احکامات ہر صورت میں ارتداد پر مرتب ہوکر ہی رہتے ہیں چاہے اس پر سزائے ارتداد جاری ہوسکی ہو یا جاری نہ ہوسکی ہو۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں ارتداد پر جس حبط اعمال کا ذکر فرمایا گیا ہے اس کا ترتب ارتداد پر سزائے قتل کے علاوہ ہوتا ہے، کیونکہ سزائے قتل ارتداد پر ہر صورت میں مرتب نہیں ہوتی بلکہ اسلام کی طرف رجوع کرنے سے یہ سزا مرتفع ہوجاتی ہے، اور بعض صورتیں ایسی بھی پیش آجاتی ہیں جن میں اس سزائے قتل کا جاری کرنا ممکن ہی نہیں ہوتا، مثلاً جرم ارتداد کا شرعی طریقہ پر ثبوت نہیں ہوسکا یا ملک میں اسلامی قانون جاری نہ ہونے کی وجہ سے شرعی سزائیں نافذ نہ ہوئی ہوں، لیکن حبط اعمال ارتداد پر ہر صورت میں مرتب ہوتا ہے، اس کے ترتب سے سزائے ارتداد بھی مرتد کو نہیں بچاسکتی۔

غرضیکہ اس آیت میں مرتد کے حالت کفر پر مرنے کے ذکر اور اس کے قتل کے ذکر نہ ہونے سے یہ سمجھنا غلط ہے کہ اسلام میں ارتداد کی سزا قتل نہیں ہے، اس لئے کہ یا تو حبط اعمال میں یہ سزائے قتل بھی حسب تفسیر بحر محیط داخل ہے یا اس میں قتل کے علاوہ دوسری سزا حبط اعمال کا ذکر ہے۔ قرآن کریم میں ایک جگہ قتل عمد کے بارہ میں صرف لعنت اور غضب وغیرہ کا ذکر فرمایا گیا ہے اور قصاص کا ذکر نہیں فرمایا، مگر یہ اس کی دلیل نہیں بن سکتی کہ قاتل عمد پر قصاص نہیں ہے۔ اسی طرح جن آیات میں ارتداد کی سزا میں صرف حبط عمل یا لعنت کا ذکر آیا ہے یہ بھی اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ارتداد کی سزا قتل نہیں ہے، اس لئے کہ کسی جگہ جرم کی ایک سزا کا ذکر ہوتا ہے اور دوسری جگہ دوسری سزا کا مگر مسئلہ کا فیصلہ دونوں جگہوں کے ملانے سے کیا جائے گا، ایک سزا کے ذکر سے دوسری سزا کا انکار کرنا درست نہیں ہوسکتا۔

تفسیر آیت

ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافرفاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ واولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون (سورۂ بقرہ آیت ۲۱۷) اس آیت میں شرط کے طور پر دو چیزوں کا ذکر فرمایا گیا ہے ایک ارتداد اور دوسرے موت علی الکفر، اسی طرح شرط کی جزاء میں بھی دو چیزیں مذکور ہیں ایک حبط اعمال اور دوسرے خلود نار۔ جس طرح شرط کے دو جزء ہیں

اسی طرح جزا کے بھی دو جز ہیں، پھر چونکہ جزا کا پہلا جز حبط اعمال شرط کے پہلے جز ارتداد سے متعلق ہے اس لئے اعمال کا حبط تو محض ارتداد سے ہی ہو جاتا ہے اور اس کیلئے موت علی الکفر شرط نہیں ہے، چنانچہ اس کی تصریح دوسری آیت ومن یکفر بالایمان فقد حبط عمله (سورۂ مائدہ) میں بھی حبط اعمال کو صرف ارتداد پر مرتب فرما کر فرما دی گئی ہے۔ اور جزا کے دوسرے جز خلود نار کا تعلق شرط کے دوسرے جز موت علی الکفر سے ہے، اس لئے مرتد کے موت علی الکفر کے بغیر صرف ارتداد پر ہی اس کیلئے خلود نار کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، اس لئے آیت زیر تفسیر میں مرتد کیلئے خلود نار کا حکم بتلانے کیلئے موت علی الکفر کا ذکر فرمایا گیا ہے اس سے اس کی سزائے قتل کی نفی کرنا مقصود نہیں ہے، کیونکہ اول تو سزائے قتل کے بعد بھی یہ خلود نار کا حکم اس کیلئے باقی رہتا ہے جبکہ اس نے توبہ نہ کی ہو، کیونکہ یہ موت بذریعہ سزائے قتل بھی موت علی الکفر ہی میں داخل ہے، اور خلود نار کا یہ حکم مرتد کیلئے سزائے قتل کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔

دوسرے ارتداد کے بعد سزائے قتل مرتد پر لازمی طور سے فوراً ہی جاری نہیں کر دی جاتی بلکہ اس کو مہلت بھی دے دی جاتی ہے۔ اب اگر اس مہلت کے زمانہ میں سزائے ارتداد کے نفاذ سے پہلے ہی وہ حالت کفر پر مر گیا تو اس حالت میں بھی یہ حکم خلود نار کا اس کیلئے ثابت رہے گا۔ اور شاید ارتداد کے بعد اس آیت میں مرتد کی موت علی الکفر کو فائے تعقیب جس کا مفاد ترتیب بلا مہلت ہوتا ہے کے ساتھ ذکر میں بھی اس طرف اشارہ ہو اور مطلب یہ ہو کہ جو شخص ارتداد کے بعد بغیر مہلت کے فوراً حالت کفر پر مر جائے اور اس پر دنیوی سزائے ارتداد قتل کے نفاذ کی نوبت ہی نہ آئی ہو تو اس شخص کے بھی تمام عمل دنیا وآخرت میں ضائع ہو جائیں گے اور یہ شخص دوزخی ہوگا، ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہے گا۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہوا کہ اس آیت میں مرتد کے حالت کفر پر مرنے کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا کہ ارتداد کی دنیوی سزا اور اس کا انجام قتل نہیں ہے بلکہ اس کے حالت کفر پر مرنے کا ذکر ارتداد کے اخروی انجام خلود نار کو بتلانے کیلئے کیا گیا ہے اور اسی خلود نار کیلئے ہی موت علی الکفر شرط ہے خواہ حالت کفر پر اس کی یہ موت دنیوی سزائے قتل کو بھگتنے اور جاری ہونے کے بعد واقع ہوتی ہو یا ابھی اس سزا کے بھگتنے کی نوبت ہی نہ آئی ہو اور موت طبعی سے وہ مرا ہو، ہر حالت میں کفر پر موت کا اخروی انجام خلود نار مرتب ہوگا اور آیت دونوں حالتوں کو شامل ہوگی۔.. جاری ہے۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

بے پردگی کا سیلاب

کچھ عرصے سے علماء، مسلمان اہل فکر اور دینی جماعتوں کی بیشتر توجہ ملک کے سیاسی اور قانونی مسائل کی طرف اس شدت کے ساتھ مبذول رہی ہے کہ بہت سے اہم معاشرتی مسائل پیچھے چلے گئے ہیں اور ان کی طرف توجہ یا تو بالکل نہیں رہی یا بہت کم رہی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف جس سست رفتاری سے سیاست اور قانون میں دین کا عمل دخل شروع ہوا ہے دوسری طرف اس سے کہیں زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ معاشرت بالکل الٹی سمت میں بے دینی کی طرف دوڑ رہی ہے، بے پردگی اور بے حیائی گھر گھر پھیل چکی ہے، عریانی اور فحاشی نے حیا وعفت کا مفہوم تک ذہنوں سے محو کر دیا ہے، بڑوں کا احترام اور خاندانی رشتوں کے اسلامی آداب قصۂ پارینہ بن چکے ہیں۔ دفتروں میں رشوت ستانی اور بازاروں میں سود، قمار اور دھوکہ فریب کو شیر مادر سمجھ لیا گیا ہے، اور اب ان برائیوں کی قباحت بھی دلوں سے مٹ چکی ہے۔

ان بہت سے مسائل میں سے آج کی نشست میں بے پردگی اور بے حیائی کے مسئلے پر چند دردمندانہ گزارشات قارئین کی خدمت میں پیش کرتی ہیں جن کا تعلق عام مسلمانوں سے بھی ہے، علماء اور اہل فکر سے بھی اور حکومت وقت سے بھی۔

اسلام نے خواتین کو عزت وحرمت کا جو مقام بخشا ہے اور اس کے تقدس کی حفاظت کیلئے جو تعلیمات دی ہیں وہ دنیا بھر کے مذاہب اور اقوام میں ایک منفرد حیثیت کی حامل ہیں۔ اسلام نے ایک طرف عورت کی حرمت اور دوسری طرف اس کے جائز تمدنی اور معاشرتی حقوق کا تحفظ کرنے کیلئے جو احکام عطا فرمائے ہیں ان کی حکمتوں کا احاطہ انسانی عقل کے ادراک سے بالاتر ہے۔ مسلمان عورت اپنی عزت کے تحفظ کے ساتھ تمام ضروری تمدنی حقوق رکھنے کے باوجود تلاش معاش میں ماری ماری پھرنے کیلئے نہیں بلکہ گھر کی ملکہ بننے کیلئے پیدا ہوئی ہے، اسی لئے شریعت نے اس کی عمر کے کسی مرحلہ میں فکر معاش کا بوجھ اس کی گردن پر نہیں ڈالا۔ خال خال صورتیں تو مستثنیٰ ہیں لیکن عام حالات میں شادی سے پہلے اس کے معاش کی ذمہ داری باپ پر اور شادی کے بعد شوہر یا اولاد پر ڈالی گئی ہے، لہٰذا ناگزیر ضرورتوں کو چھوڑ کر عام طور پر اسے معاش کیلئے سڑکیں چھاننے کی ضرورت نہیں، چنانچہ اس کی عزت

وآبرو اور اس کی حرمت وتقدس کو سلامت رکھنے کیلئے حکم یہ دیا گیا ہے کہ وقرن فی بیوتکن ولاتبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی (سورۂ احزاب آیت ۳۳) ترجمہ: اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور پچھلی جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار کرکے باہر نہ پھرا کرو۔

ضرورت کے موقع پر عورت کو گھر سے باہر جانے کی اجازت بھی اسلام نے دی ہے لیکن اس طرح کہ وہ پردے کے آداب وشرائط کو ملحوظ رکھ کر بقدر ضرورت باہر نکلے اور اپنے آپ کو ہوسناک نگاہوں کا نشانہ بننے سے بچائے۔ اس غرض کیلئے مرد وعورت کے درمیان فطری تقسیم کار یہ رکھی گئی ہے کہ مرد کمائے اور عورت گھر کا انتظام کرے، اور مرد کیلئے کما کر لانا عورت پر اس کا کوئی احسان نہیں اس کا لازمی فریضہ ہے، بلکہ اس معاملے میں اسلام نے عورت کو یہ فضیلت اور امتیاز بخشا ہے کہ گھر کا انتظام بھی قانونی طور پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے، اخلاقی طور پر اس کو اس بات کی ترغیب ضرور دی گئی ہے کہ وہ شوہر کے گھر کی دیکھ بھال کرے، لیکن اگر کوئی عورت اپنی اس اخلاقی ذمہ داری کو پورا نہ کرے تو مرد اس کو بزور قانون اس پر مجبور نہیں کرسکتا، اس کے برخلاف مرد پر عورت کیلئے کمانے کی ذمہ داری اخلاقی بھی ہے اور قانونی بھی، اور اگر کوئی مرد اس میں کوتاہی کرے تو عورت بزور قانون اسے اس ذمہ داری کی ادائیگی پر مجبور کرسکتی ہے۔

اسلام نے عورت کو یہ امتیاز اس لئے عطا فرمایا ہے تاکہ وہ کسب معاش کی الجھنوں میں پڑ کر معاشرتی برائیوں کا سبب بننے کے بجائے گھر میں رہ کر قوم کی تعمیر کی خدمت انجام دے۔ گھر کا ماحول معاشرے کی وہ بنیاد ہے جس پر تمدن کی پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے، اگر یہ بنیاد خراب ہو تو اس کا فساد پورے معاشرے میں سرایت کرجاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر ایک مسلمان خاتون اپنے گھر کے ماحول کو سنوار کر ان نونہالوں کی صحیح تربیت کرے جنہیں آگے چل کر قوم وملک کا بوجھ اٹھانا ہے تو ساری قوم خودکار طریقے پر سنور سکتی ہے اور اس طرح مرد وعورت کی عزت وآبرو کا پورا تحفظ ہوتا ہے اور دوسری طرف ایک ایسا ستھرا گھریلو نظام وجود میں آتا ہے جو مآل کار پورے معاشرے کی پاکیزگی کا ضامن بن سکتا ہے۔

لیکن جس ماحول میں معاشرے کی پاکیزگی کوئی قیمت ہی نہ رکھتی ہو اور جہاں عفت وعصمت کے بجائے اخلاق باختگی اور حیا سوزی کو منتہائے مقصود سمجھا جاتا ہو ظاہر ہے کہ وہاں اس تقسیم کار اور پردہ اور حیا کو نہ صرف غیر ضروری بلکہ راستے کی رکاوٹ سمجھا جائے گا۔ چنانچہ جب مغرب میں تمام اخلاقی اقدار سے آزادی کی ہوا چلی تو مرد نے عورت کے گھر میں رہنے کو اپنے لئے دوہری مصیبت سمجھا۔ ایک

طرف تو اس کی ہوسناک طبیعت عورت کی کوئی ذمہ داری قبول کئے بغیر قدم قدم پر اس سے لطف اندوز ہونا چاہتی تھی اور دوسری طرف وہ اپنی قانونی بیوی کی معاشی کفالت کو بھی ایک بوجھ تصور کرتا تھا، چنانچہ اس نے دونوں مشکلات کا جو عیارانہ حل نکالا اس کا خوبصورت اور معصوم نام "تحریک آزادی نسواں" ہے۔ عورت کو یہ پڑھایا گیا کہ تم اب تک گھر کی چار دیواری میں قید رہی ہو اب آزادی کا دور ہے اور تمہیں اس قید سے باہر آکر مردوں کے شانہ بشانہ زندگی کے ہر کام میں حصہ لینا چاہئے، اب تک تمہیں حکومت وسیاست کے ایوانوں سے بھی محروم رکھا گیا ہے اب تم باہر آکر زندگی کی جدوجہد میں برابر کا حصہ لو تو دنیا بھر کے اعزازات اور اونچے اونچے منصب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

عورت بے چاری ان دل فریب نعروں سے متاثر ہو کر گھر سے باہر آگئی اور پروپیگنڈے کے تمام وسائل کے ذریعہ شور مچا مچا کر اسے یہ باور کرا دیا گیا کہ اسے صدیوں کی غلامی کے بعد آج آزادی ملی ہے اور اب اس کے رنج ومحن کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ ان دلفریب نعروں کی آڑ میں عورت کو گھسیٹ کر سڑکوں پر لایا گیا، اسے دفتروں میں کلرکی عطا کی گئی، اسے اجنبی مردوں کے پرائیویٹ سیکرٹری کا منصب بخشا گیا، اسے اسٹینو ٹائپسٹ بننے کا اعزاز دیا گیا، اسے سینکڑوں انسانوں کی حکم برداری کیلئے ایئر ہوسٹس کا عہدہ عنایت کیا گیا، اسے تجارت چمکانے کیلئے سیلز گرل اور ماڈل گرل بننے کا شرف بخشا گیا اور اس کے ایک ایک عضو کو برسر بازار رسوا کر کے گاہکوں کو دعوت دی گئی کہ آؤ اور ہم سے مال خریدو، یہاں تک کہ وہ عورت جس کے سر پر دین فطرت نے عزت وآبرو کا تاج رکھا تھا اور جس کے گلے میں عفت وعصمت کے ہار ڈالے تھے تجارتی اداروں کیلئے ایک شوپیس اور مرد کی تھکن دور کرنے کیلئے ایک تفریح کا سامان بن کر رہ گئی۔

نام یہ لیا گیا تھا کہ عورت کو آزادی دے کر سیاست وحکومت کے ایوان اس کیلئے کھولے جا رہے ہیں، لیکن ذرا جائزہ لے کر تو دیکھئے کہ اس عرصے میں خود مغربی ممالک کی کتنی عورتیں صدر، وزیر اعظم یا وزیر بن گئیں؟ کتنی خواتین کو جج بنایا گیا؟ کتنی عورتوں کو دوسرے بلند مناصب کا اعزاز نصیب ہوا؟ اعداد وشمار جمع کئے جائیں تو ایسی عورتوں کا تناسب بمشکل چند فی لاکھ ہوگا۔ ان گنی چنی خواتین کو کچھ مناصب دینے کے نام پر باقی لاکھوں عورتوں کو جس بے دردی کے ساتھ سڑکوں اور بازاروں میں گھسیٹ لایا گیا ہے وہ آزادی نسواں کے فراڈ کا المناک ترین پہلو ہے۔ آج یورپ اور امریکہ میں

جا کر دیکھئے تو دنیا بھر کے تمام نچلے درجے کے کام عورت کے سپرد ہیں۔ ریسٹورینٹوں میں کوئی مرد ویٹر شاذونادر ہی کہیں نظر آئے گا ورنہ یہ خدمات تمام تر عورتیں انجام دے رہی ہیں، ہوٹلوں میں مسافروں کیلئے کمرے صاف کرنے اور ان کی بستر کی چادریں بدلنے اور روم اٹنڈنٹ کی خدمات تمام تر عورتوں کے سپرد ہیں۔ دوکانوں پر مال بیچنے کیلئے مرد خال خال نظر آئیں گے یہ کام بھی عورتوں ہی سے لیا جا رہا ہے، دفاتر کے استقبالیوں پر عام طور سے عورتیں ہی تعینات ہیں اور بیرے سے لے کر کلرک تک تمام مناصب زیادہ تر اسی صنف نازک کے حصہ میں آئے ہیں جسے گھر کی قید سے آزادی عطا کی گئی ہے۔

پروپیگنڈے کی قوتوں نے یہ عجیب و غریب فلسفہ ذہنوں پر مسلط کر دیا ہے کہ عورت اگر اپنے گھر میں اپنے اور اپنے شوہر، اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں اور اولاد کیلئے خانہ داری کا انتظام کرے تو یہ قید اور ذلت ہے، لیکن وہی عورت اجنبی مردوں کیلئے کھانا پکائے، ان کے کمروں کی صفائی کرے، ہوٹلوں اور جہازوں میں ان کی میزبانی کرے، دکانوں پر اپنی مسکراہٹوں سے گاہکوں کو متوجہ کرے اور دفاتر میں اپنے افسروں کی ناز برداری کرے تو یہ آزادی اور اعزاز ہے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون (پارہ۲ آیت ۱۵۶)

پھر ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ عورت کسب معاش کیلئے آٹھ آٹھ گھنٹے کی یہ سخت اور ذلت آمیز ڈیوٹیاں ادا کرنے کے باوجود اپنے گھر کے کام دھندوں سے اب بھی فارغ نہیں ہوئی، گھر کی تمام خدمات آج بھی پہلے کی طرح اسی کے ذمہ ہیں، اور یورپ و امریکہ میں اکثریت ان عورتوں کی ہے جن کو آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی دینے کے بعد اپنے گھر پہنچ کر کھانا پکانے برتن دھونے اور گھر کی صفائی کا کام اب بھی کرنا پڑتا ہے۔

یہ تو اس نام نہاد آزادی کے وہ نتائج ہیں جو خود عورت اپنی ذاتی زندگی میں بھگت رہی ہے، اور مرد و زن کے بے محابا اختلاط سے پورے معاشرے میں بداخلاقی، جنسی جرائم، بے راہ روی اور آوارگی کی جو تباہ کن وبائیں پھوٹی ہیں وہ کسی بھی باخبر انسان سے پوشیدہ نہیں۔ عائلی نظام کی اینٹ سے اینٹ بج گئی ہے، حسب و نسب کا کوئی تصور باقی نہیں رہا، عفت و عصمت داستان پارینہ بن چکی ہے، طلاقوں کی کثرت نے گھر کے گھر اجاڑ دیے ہیں، جنسی جنون تصور کی خیالی سرحدیں بھی پار کر چکا ہے اور فحاشی کے عفریت نے انسانیت کی ایک ایک قدر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔

یہ واقعات کسی خیالی دنیا کے نہیں ہیں، یہ مغربی ممالک کے وہ ناقابل انکار حالات ہیں جن کا ہر شخص وہاں جا کر مشاہدہ کر سکتا ہے اور جو لوگ وہاں نہیں جا سکے ان حالات کی خبریں لازماً ان تک بھی

پہنچتی رہتی ہیں۔تقلید مغرب کے جو شائقین شروع شروع میں وہاں جا کر آباد ہوئے کچھ عرصے تک وہاں کی چمک دمک کی سیر کرنے کے بعد جب خود صاحب اولاد ہوئے اور اپنی بچیوں کا مسئلہ سامنے آیا تو ان کی پریشانی اور بے چینی کا یہاں رہ کر اندازہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔

سوال یہ ہے کہ کیا کوئی مسلمان جس کے دل میں ایمان کی کوئی رمق موجود ہو یہ پسند کرسکتا ہے کہ خدانخواستہ یہ گھناؤنے حالات ہمارے اپنے ملک اور اپنے معاشرے میں بھی دہرائے جائیں؟ ہرگز نہیں اور یقیناً نہیں! تو یہ کیا ستم ہے کہ ہم بھی رفتہ رفتہ بے پردگی اور بے حجابی کے اسی راستے پر چل رہے ہیں جس نے مغرب کو معاشرتی تباہی اور اخلاقی دیوالیہ پن کے آخری سرے تک پہنچا دیا ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ مسلمان خاندان کی خواتین کی سواریوں پر بھی پردے بندھے ہوئے ہوتے تھے اور پردہ شرافت و عالی نسبی کا نشان سمجھا جاتا تھا، لیکن آج انہیں شریف گھرانوں کی بیٹیاں بازاروں میں برہنہ سر گھوم رہی ہیں، بڑے شہروں میں تو نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ شہر میں برقعے کی شکل خال خال ہی کہیں نظر آتی ہے، بے پردگی کے سیلاب نے حیا و غیرت کا جنازہ نکال کر رکھ دیا ہے اور دیندار گھرانوں میں بھی پردے کی اہمیت کا احساس روز بروز گھٹ رہا ہے۔

بعض لوگ بے پردگی کی حمایت میں کہتے نظر آتے ہیں کہ ہماری بے پردگی کو یورپ اور امریکہ کی بے پردگی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور یہاں کی بے پردگی وہ نتائج پیدا نہیں کرے گی جو مغرب میں پیدا ہو چکے ہیں۔لیکن خوب سمجھ لیجئے کہ جو کچھ مغرب میں ہوا یا ہو رہا ہے وہ فطرت کے ساتھ بغاوت کے لازمی اور منطقی نتائج ہیں، یہ بغاوت جہاں کہیں ہوگی اپنے انہی منطقی نتائج تک پہنچ کر رہے گی، ان نتائج کو کھوکھلے فلسفوں سے نہیں روکا جاسکتا۔اور جو لوگ بے پردگی کو فروغ دینے کے بعد معاشرے میں عفت و عصمت باقی رکھنے کے دعوے کرتے ہیں یا تو خود احمقوں کی جنت میں بستے ہیں یا دوسروں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے ہیں۔واقعات اس بات کے گواہ ہیں کہ جب سے ہمارے معاشرے میں بے پردگی کا رواج بڑھا ہے اس وقت سے اغواء، زنا اور دوسرے جرائم کی شرح کہیں سے کہیں پہنچ گئی ہے، اور اس طرح جس مقدار میں ہم بے پردگی کی طرف بڑھے اسی تناسب سے مغربی معاشرے کی لعنتیں بھی ہمارے یہاں سرایت کر گئی ہیں۔ان لعنتوں کے سدباب کا اگر کوئی راستہ ہے تو صرف یہ کہ ہم پردے کے سلسلے میں اپنے طرز عمل کو بدل کر دین فطرت کی انہی تعلیمات کی طرف لوٹیں

جنہوں نے ہمیں پاکیزہ زندگی گزارنے کا طریقہ سکھایا ہے۔

افسوس یہ ہے کہ پروپیگنڈے اور خراب ماحول کے زیر اثر رفتہ رفتہ بے پردگی کی برائی ذہنوں سے محو ہوتی جارہی ہے اور جن گھرانوں کے بارے میں کبھی بے پردگی کا تصور بھی نہیں آسکتا تھا اب وہاں بھی وہ ختم ہورہا ہے، گھر کے وہ بڑے جو بذات خود بے پردگی کو برا سمجھتے ہیں وہ بھی رفتہ رفتہ اس سیلاب کے آگے سپر ڈال رہے ہیں اور ہمارے نزدیک اس سیلاب کی تیز رفتاری کا بڑا سبب یہی ہے، اگر یہ لوگ سپر ڈالنے کے بجائے اپنے گھروں کا ذہن بنانے کی فکر کریں، انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام یاد دلائیں، ان احکام کی نافرمانی کے سنگین نتائج سے آگاہ کریں اور انہیں یہ باور کرادیں کہ وہ اپنی موجودگی میں اپنے گھر کی خواتین کو بے پردہ نہیں دیکھیں گے تو ان شاء اللہ اس سیلاب پر روک ضرور قائم ہوگی۔

ہمارے خطباء اور واعظ حضرات نے بھی ایک مدت سے اس مسئلے کی وضاحت چھوڑ رکھی ہے اور اس اسلامی حکم کی تعلیم و تبلیغ میں بھی بہت سستی آگئی ہے، شاید یہ خیال ہونے لگا ہے کہ اس معاملے میں وعظ و نصیحت بے اثر ہوچکی ہے، لیکن خوب سمجھ لینا چاہئے کہ داعی حق کا کام یہ ہے کہ وہ تھکنے اور مایوس ہونے کے بجائے اپنے حصے کا کام انجام دیتا رہے، نتائج تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں، لیکن داعی کا کام یہ ہے کہ وہ دعوت کو ست نہ پڑنے دے، تجربہ اس بات کا گواہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ جو بات کہی جاتی ہے وہ ایک نہ ایک دن اپنا اثر ضرور دکھاتی ہے، یہ قرآن کریم کا وعدہ ہے وذکّر فانّ الذّکریٰ تنفع المؤمنین (سورۃ الذاریات آیت ۵۵) ترجمہ: اور نصیحت کرو کہ بلاشبہ نصیحت مومنوں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔

حالات بلاشبہ تشویشناک ہیں لیکن بفضلہ تعالیٰ ابھی ہمارا معاشرہ اس مقام پر نہیں پہنچا جہاں اصلاح کی کوئی امید باقی نہیں رہتی۔ ہزار غفلتوں اور کوتاہیوں کے باوجود بحمد اللہ ابھی دلوں میں اللہ تعالیٰ پر، آنحضرت ﷺ پر اور یوم آخرت پر ایمان موجود ہے اور اس دولت ایمان کی وجہ سے ابھی دعوت و تبلیغ کیلئے لوگوں کے کان بالکل بند نہیں ہوئے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اخلاص اور حکمت کے ساتھ مؤثر انداز میں حق کی دعوت متواتر پہنچتی رہے۔ اگر خدانخواستہ اس مرحلہ پر اس فریضے میں کوتاہی جاری رہی تو اصلاح کی کوششیں روز بروز مشکل تر ہوتی جائیں گی اور خدانہ کرے کہ ہمارے معاشرے میں وہ صورت حال پیدا ہو جس سے آج مغربی ممالک دوچار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ روز بد نہ دکھائے اور اصلاح حال کیلئے اپنے حصے کا کام صدق و اخلاص اور لگن کے ساتھ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔ وما علینا الا البلاغ۔

مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی

احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا منہج تحقیقی جائزہ (قسط ۸)

بیان القرآن

جب قرآن کریم ہر چیز کا بیان ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے مافرطنافی الکتاب من شیء ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ تو اس تبیان سے یہ مراد نہیں کہ اس میں تمام تفاصیل، باریکیاں اور مختلف جزئیات حوادث اور قضایا کے احکامات کا بیان ہے بلکہ اکثر طور پر اس میں بیان کلی اور اجمالی ہوتا ہے جزئی اور تفصیلی نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر وھبہ زحیلی فرماتے ہیں میں نے اس کی حکمت کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ شریعت اسلامیہ کا امتیاز ہے شامل ہونے اور عام ہونے وغیرہ کے اعتبار سے تاکہ مختلف زمانوں میں لوگوں کی حاجات کیلئے اس میں وسعت ہو اور تاکہ اس پر نسخ طاری نہ ہو اور تغیر و تبدل نہ ہو، نیز اس میں امت اسلامیہ کی تعظیم ہے کہ ان کی عقول کو اللہ تعالیٰ نے مہمل نہیں چھوڑا اور احکام جزئیہ کا تفصیلا ذکر نہیں کیا جیسا کہ پہلی امتوں میں تھا۔

جب معاملہ اس طرح ہے تو قرآن پاک سے احکام مستنبط کرنا سنت کی طرف رجوع کئے بغیر درست نہیں جو قرآن پاک کو بیان کرنے والی اور اس کے مخفی امور کی شرح کرنے والی ہے اگر اس بارے میں سنت نہ ملے تو ہم سلف صالحین کی تفسیر کی طرف مجبور رہوں گے، اگر اس بارے میں کوئی اثر بھی نہ ہو تو فہم عربی صحیح کی طرف رجوع کریں گے۔ تو نماز کی رکعات کی تعداد، زکوٰۃ کی مقداریں، شعائر حج، احکام جہاد، معاملات، سزاؤں اور نکاحوں کی شرائط میں حضور ﷺ کی سنت سے معلوم ہوئیں۔

ھذا بیان للناس پر حروف مقطعات سے اشکال ہوتا ہے جو سورتوں کے شروع میں ہیں کیونکہ ان کی وضع کسی معنی کیلئے نہیں ہے اور بعض کا معنی تو سمجھ آتا ہی نہیں اس کی دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون امنابہ اللہ کے سوا اس کا مطلب کوئی

نہیں جانتا اور مضبوط علم والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر یقین لائے۔

اس میں واؤ ابتدائیہ ہے یا استینافیہ ہے اور قرآن پاک میں متشابہ بھی ہے یعنی جس میں تعارض احتمال ہو یا صفات باری تعالیٰ کے بارے میں ہو جس سے بظاہر جہت اور تشبیہ معلوم ہوتی ہو جیسے ید، یمین، وجہ، روح، مکر اللہ، استوا علی العرش۔

مذکورہ بالا گفتگو پر اگلی بات سے اعتراض ہوتا ہے کہ بحث کرنے والا یہ تسلیم نہیں کرتا کہ حروف مقطعات کا کوئی معنی نہیں ہے بلکہ وہ سورتوں کے نام ہیں کہا جاتا ہے سورت یٰسں، سورت طٰہٰ، یا ان کی غرض اہل عرب کو قرآن پاک سننے اور اس کی طرف کان لگانے کیلئے بیدار کرنا ہے کیونکہ یہ ان کی عادت کے مخالف ہے یا یہ پورے حروف ابجد سے کنایہ ہیں کلام عرب جن سے باہر نہیں ہے، یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے ان کی لغت اور ان کے حروف سے ہی خطاب فرماتے ہیں اس لئے یہ چیلنج اور اعجاز کیلئے ہے کہ وہ قرآن کی مثل نہیں لاسکتے حالانکہ وہ ان کی لغت کے حروف سے ہیں جن کو مرکب کر کے وہ بولتے ہیں، لکھتے ہیں، خطابت اور شعر میں ان کو استعمال کرتے ہیں۔

بہر حال آیت **والراسخون في العلم** میں واؤ برائے عطف ہے جیسا کہ محققین اصولیین نے فرمایا ہے اور جملہ **یقولون اٰمنابه** یہ **الرّاسخون** سے حال ہے اور راسخین کے ساتھ خاص ہے نہ یہ کہ اس ضمیر کا عود رب تعالیٰ کی طرف ہو اور مخصص عقل ہے جو رجوع الضمیر الی اللہ کو محال قرار دیتی ہے۔

امام غزالی نے فرمایا اگر یہ اشکال کیا جائے کہ واؤ عطف کیلئے ہے یا لفظ اللہ پر وقف بہتر ہے؟ فرمایا دونوں کا احتمال ہے کیونکہ اگر وقت قیامت مراد ہو تو وقف اولی ہے ورنہ عطف اس لئے کہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ عرب سے اس چیز کے ساتھ خطاب نہیں فرماتے جس کو مخلوقات میں سے کوئی نہ سمجھ سکے۔

متشابہات سے جہت یا استقرار فی المکان یا تشبیہ مراد نہیں، یہ تو کنایات، استعارات اور مجازات ہیں، مومن عرب اس کو سمجھتے ہیں جو اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے اور ان متشابہات کی ان ادلہ سے تاویلات کی گئی ہیں جو ان متشابہات کو ان تاویلات کی طرف پھیرنے والے ہیں جو مفاہیم عرب کے مناسب ہیں۔

اور امام شوکانی نے فرمایا الا اللہ پر وقف ہی متعین ہے اور اس بات کا تعلق متشابہ کی اس تفسیر سے ہے کہ متشابہ وہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ ترجیح دی ہو اور اس صورت میں ہم یہ

تسلیم کرتے ہیں۔

بیان القرآن اعجاز و بلاغت قرآنی کے مقتضیات سے متفق ہے یہی وجہ ہے کہ کسی چیز سے منع یا بصیغہ نہی ہوگا جیسے ولاتقربو الزنا، یا اس کی برائی کی خبر دینے کی صورت میں جیسے ولایحسبن الذین یبخلون بماا تاھم اللہ من فضلہ ھوا خیرلھم بل ھوشرلھم ،یا اس طرح کہ وہ نیکی نہیں ہے جیسے لیس البربان تاتو االبیوت من ظھورھا، یا اس فعل پر مرتب ہونے والی برائی یا نقصان کا ذکر کرکے مثلاً ظلم میں واقع ہونا یا دخول جہنم جیسے ذٰلک اد نیٰ الاتعولوا۔

اور طلب شے یا بصیغہ امر ہوگی جیسے واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ، یا بایں صورت کہ یہ فعل فرض ہے جیسے ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتاباموقوتا، یا اس چیز کا ذکر کرکے جو خیر ونفع اس فعل پر مرتب ہونے والا ہے جیسے ذٰلک ازکٰی لھم۔

اس کے مطابق اصولی کیلئے ضروری ہے جو قرآن پاک سے احکام شرعیہ مستنبط کرے کہ صیغہ کے اعتبار سے وعد و وعید کا لحاظ رکھے۔

احکام کے بعض قواعدِ استنباط

(۱) ہر وہ فعل جس کی اللہ تعالیٰ نے عظمت بیان کی یا تعریف کی یا اس کو پسند کیا یا اس کو استقامت کے ساتھ موصوف کیا یا اس کی قسم کھائی تو وہ مشروع ہے وجوب وندب میں مشترک ہے۔

(۲) ہر وہ فعل کہ شارع نے اسے چھوڑنے کا مطالبہ کیا یا اس کی مذمت کی یا اس پر لعنت کی یا اس کے کرنے والے کو جانوروں سے تشبیہ دی یا شیاطین سے یا اس کے بارے میں نجس یا گناہ فرمایا تو وہ غیر مشروع ہے پھر حرام بھی اور مکروہ بھی ہوسکتا ہے۔

(۳) ہر وہ فعل جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا یا اس کی اجازت دی یا جناح، حرج اور گناہ کی اس سے نفی کی تو وہ مباح ہے۔

قرآن کریم سے متعلق بعض اصولی قواعد

علامہ خضری وغیرہ نے یہ قواعد ذکر کئے ہیں جو قرآن کریم کے بارے میں اصول کلیہ ہیں۔

(۱) قرآن شریعت کا اصل مرجع اور بنیاد ہے کہ باقی دلائل کا مرجع بھی اسی کی طرف ہے اور سنت وحدیث پھر سلف کے آثار اس کی وضاحت کا طریقہ اور راستہ ہیں اور کامل العقل کیلئے ممکن ہے کہ وہ

عربی ذوق کے مطابق آیات کو سمجھے۔

(۲) آیات قرآنیہ کے اسباب نزول کی معرفت ضروری ہے کیونکہ وہ حسب ضرورت، حسب واقعہ ومناسبت قسط وار نازل ہوا ہے، اوراس کی طلب پر دو چیزیں دلیل ہیں۔

(ا) ہمارے لئے اعجاز قرآنی کی معرفت ان احوال کے مقتضیات کی معرفت کے بغیر نہیں ہوسکتی جن میں تشریح قرآنی نازل ہوئی ہے نفس خطاب یا مخاطب یا مخاطَب کے اعتبار سے اور وہ خطاب کی حالت ہے کیونکہ کلام کا مفہوم حالات کے اعتبار سے مختلف ہوجاتا ہے مثلاً استفہام کبھی بات کو پختہ کرنے کیلئے ہوتا ہے کبھی زجروتوبیخ کیلئے اورامر کبھی تہدید کیلئے ہوتا ہے کبھی تعجیز اور کبھی اباحت کیلئے۔

اس سے واضح ہوا کہ اسباب نزول حسی یا معنوی قرینے ہیں جن سے قرآن فہمی پر معاونت ہوتی ہے جیسے اس کو سمجھنے کا حق ہے اوراس کی معرفت نفس میں جاگزیں اور اطاعت کرنے کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔

(ب) اسباب نزول سے جاہل ہونا شبہات اور اشکالات کا سبب ہے۔ یہ بات اگلی دو مثالوں سے ظاہر ہوجائے گی۔

مروی ہے کہ مروان بن حکم کو اس آیت کے مفہوم میں اشکال پیدا ہوا لاتحسبن الذین یفرحون بمااتوا ویحبون ان یحمدوا بمالم یفعلوا فلاتحسبنھم بمفازۃ من العذاب انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا اور کہا کہ اگر اپنے عمل پر خوش ہونے والا اوراپنی تعریف کو پسند کرنے والا ہر آدمی عذاب میں گرفتار ہو تو ہم سب عذاب میں گرفتار ہوں گے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آیت آپ کے بارے میں نہیں ہے، اصل بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے یہود کو بلا کران سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا انہوں نے وہ بات چھپا کر غلط بتایا اور یہ دکھانا چاہا کہ انہوں نے اس بات کا جواب دیا ہے جس کے بارے میں حضور نے دریافت فرمایا ہے اوراس بات پر انہوں نے اپنی تعریف چاہی اوراس چھپانے پر خوش ہوئے، پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولاتکتمونہ فنبذوہ وراء ظھورھم واشتروا بہ ثمنا قلیلا فبئس مایشترون لاتحسبن الذین الخ۔

جب یہ بات بیان فرمائی تو ان کا اشکال زائل ہوگیا تو یہ واقعہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ آیت

کا ظاہر مراد نہیں ہے۔

مروی ہے کہ حضرت قدامہ بن مظعون شراب پینے کے سلسلہ میں متہم ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آپ کو کوڑے لگاؤں گا، حضرت قدامہ نے کہا اللہ کی قسم اگر میں نے شراب پی جیسا کہ لوگ کہتے ہیں تو آپ کو یہ حق نہیں کہ آپ مجھے کوڑے لگائیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **لیس علی الذین امنوا وعملوا الصٰلحٰت جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا وامنوا وعملوا الصٰلحٰت ثم اتقوا وامنوا ثم اتقوا واحسنوا واللہ یحب المحسنین** اور میں قدامہ بھی ان میں سے ہوں، میں حضور ﷺ کے ساتھ بدر، خندق اور تمام غزوات میں حاضر ہوا ہوں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم اس کا قول رد نہیں کرتے ؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیات گزشتہ لوگوں کیلئے عذر کے طور پر نازل ہوئی ہیں موجودہ لوگوں پر یہ حجت ہے تو گزشتہ لوگوں کا عذر یہ ہے کہ شراب حرام ہونے سے پہلے ان کی وفات ہوگئی اور موجودہ لوگوں پر یہ حجت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **یایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون** ۔پس اگر وہ ان صفات کے حامل ہیں تو اللہ تعالیٰ نے شراب پینے سے منع فرمایا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے درست کہا، یہ بھی اس پر دلیل ہے جو آیت سے بظاہر مفہوم نکلتا ہے وہ مقصود نہیں جیسا کہ حضرت قدامہ کیلئے ظاہر ہوا۔

(۳) عادات عرب، اقوال وافعال میں ان کے عرف اور نزول قرآن کی حالت میں استعمال کے الفاظ کا معلوم کرنا ضروری ہے، اس لئے کہ اگر یہ چیزیں معلوم نہ ہوں تو آدمی اشتباہ میں پڑجاتا ہے۔ اگلی مثالوں سے یہ بات واضح ہوجائے گی۔

(ا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا **واتموا الحج والعمرۃ للہ**، یہ حج پورا کرنے کا حکم ہے نہ کہ خود حج کا، اس لئے کہ اہل عرب اسلام سے پہلے بھی حج کرتے تھے تو اسلام نے بعض شعائر کو تبدیل کردیا اور بعض کا اضافہ کردیا مثلاً وقوف عرفہ، یہ بھی ایجاب حج وعمرہ کے دلائل میں سے ہے۔

(ب) اللہ تعالیٰ نے فرمایا **ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا**، امام ابو یوسف نے فرمایا یعنی شرک میں نسیان وخطا پر عدم مواخذہ کیونکہ ان کا زمانہ کفر کے قریب تھا تو کوئی توحید کا ارادہ کرتا لیکن کفر کے ساتھ چوک جاتا تو اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے اس کو معاف فرمادیا، فرمایا پس یہ شرک پر ہے نہ کہ

ایمان پر طلاق، عتاق، بیع وشراء میں کیونکہ یہ ان کے زمانہ میں نہیں تھیں۔

(ج) اللہ تعالیٰ نے فرمایا وانه هو رب الشعرٰی، الشعرٰی ستارہ کو متعین کیا اس لئے کہ عرب کا قبیلہ خزاعہ اس کی عبادت کرتا تھا، ابو کبشہ نے یہ بات گھڑی تھی اور اہل عرب نے اس کے علاوہ کسی اور ستارے کی عبادت نہیں کی اس لئے اس کو معین فرمایا ہے۔

(۴) ہر حکایت جو قرآن میں وارد ہوئی اور ساتھ سباق یا سیاق میں ایسی چیز بھی مذکور ہو جو اس کو رد کر رہی ہو تو یہ اس کے باطل ہونے کی قطعی دلیل ہوگی جیسے اذقالوا ما أنزل الله علٰی بشر من شيء اس کے بعد فرمایا قل من أنزل الكتاب الذي جاء به موسٰي نوراوهدى للناس ۔اور جیسے الاساء مایحکمون، اس لئے کہ قرآن میں حق وہدایت ہی مذکور ہوتی ہے۔

اسی کے مطابق بعض علماء نے فرمایا کہ ہم سے پہلی جو شریعتیں قرآن میں مذکور ہیں اور اس قرآن میں ایسی چیز وارد نہیں ہوئی جو ان کو باطل کر رہی ہو تو وہ ہماری شریعت ہوگی، اور دوسرے حضرات نے تسلیم کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حق اور سچ ہے لیکن وہ ہماری شریعت سے منسوخ ہوگئیں اور اسی پر بنا کرتے ہوئے دوسرے حضرات نے فرمایا کہ کفار شریعت کی فروع کے مخاطب ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے قالوا لم نک من المصلين ولم نک نطعم المسكين، اس کو باطل کرنے والی چیز وارد نہیں ہوئی، اور اسی قبیل سے یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کی تقریری سنت احکام شرعیہ میں حجت کے طور پر معتبر ہے۔

(۵) اس بات پر دلیل کہ قرآن مختصراً ہر چیز کو متضمن ہے یہ کہ احکام کی اساس عموماً اور وہ ضروریات، حاجات، تحسینات اور ان کی مکملات بغیر نقص وقصور کے قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں، اور اس سے واضح ہوگیا کہ قرآن پاک احکام یعنی امور کلیہ عامہ کا جامع ہے وہ جن کو مستلزم ہے یعنی وجود میں تشریع تو اس وجہ سے قرآن کریم کی تعریف احکام کے ساتھ اکثر کلی ہوتی ہے نہ کہ جزئی جیسا کہ استقراء سے ثابت ہوا، اور سنت ان کلیات کی تفصیل اور مجملات کتاب کی توضیح کرتی ہے۔

(جاری ہے)

مولوی محمد علی اسعد سرگودھا

صلہ رحمی اور حسن سلوک

اسلامی تعلیمات میں اہل قرابت اور ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنے پر بہت زور دیا گیا ہے، اسلامی تعلیمات میں جہاں حسن سلوک کا حکم ہے وہاں لڑائی جھگڑا اور قطع تعلقی پر بہت سی وعیدوں کا بھی ذکر ہے، قرآن مجید کی تقریباً پچیس (۲۵) آیات ایسی ہیں جن میں صلہ رحمی (رشتہ داروں کے ساتھ اچھے سلوک) کی تاکید کی گئی ہے، مثلاً ارشاد ہے واتقوا اللّٰہ الذی تسآء لون بہ والارحام الأیۃ (پ) اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے مطالبہ کیا کرتے ہو اور قرابت سے بھی ڈرو (بیان القرآن ص ۱۵۷) اور ایک موقع پر اولوالالباب (سمجھدار لوگوں) کی صفات کا بڑا تفصیلی تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا والذین یصلون ما امر اللّٰہ بہ ان یوصل ویخشون ربھم ویخافون سوء الحساب (پ۱۳ سورۃ الرعد آیت ۲۱) اور یہ ایسے ہیں کہ اللہ نے جن علاقوں کے قائم کرنے کا حکم کیا ہے ان کو قائم رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور سخت عذاب کا اندیشہ رکھتے ہیں (بیان القرآن) ان نیک صفات کا تذکرہ کرکے ارشاد فرمایا اولٓئک لھم عقبی الدار الی اخرہ کہ اُس جہاں میں نیک انجامی ان لوگوں کے واسطے ہے، پھر ان حضرات کے اور انعامات کا بھی ذکر فرمایا۔

اس کے برعکس جو لوگ قطع تعلقی کے گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں ان پر لعنت فرمائی ہے اور ان کے برے انجام سے باخبر کیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے والذین ینقضون عھد اللّٰہ من بعد میثاقہ ویقطعون ما امر اللّٰہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض اولٓئک لھم اللعنۃ ولھم سوء الدار (پ۱۳ سورۃ الرعد آیت ۲۵) اور جو لوگ خدا تعالیٰ کے معاہدوں کو ان کی پختگی کے بعد توڑتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم فرمایا ہے ان کو قطع کرتے ہیں اور دنیا میں فساد کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہوگی اور ان کیلئے اس جہان میں خرابی ہوگی (بیان القرآن) اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ایک جگہ فرمایا اولٓئک ھم الخسرون کہ "بس یہ لوگ ہیں پورے خسارے میں پڑنے والے" (بیان القرآن پ۱) اور ایک جگہ ارشاد فرمایا "یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے

اپنی رحمت سے دور کر دیا، پھر ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا دلوں پر قفل لگ رہے ہیں؟'' (از بیان القرآن سورۃ محمد)

احادیث طیبات میں بھی اسی طرح رشتہ داروں اور اپنے عام مسلمان بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا گیا ہے، جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا عن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من احب ان یبسط لہ فی رزقہ وینسأ لہ فی اثرہ فلیصل رحمہ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص یہ چاہے کہ اس کا رزق کشادہ (کھلا) ہو اور اس کی لمبی عمر ہو تو وہ صلہ رحمی (رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک) کرے۔

ہمارے حضرت نبی کریم ﷺ کا طرز عمل اس بارے میں کیا تھا؟ بخاری شریف کی تیسری حدیث میں وہ مشہور واقعہ موجود ہے کہ جس وقت آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو یہ فرشتے کا دیکھنا اور قرآن پاک کا نازل ہونا آپ پر خوف طاری کر گیا حتی کہ آپ غار حرا سے واپس گھر تشریف لائے اور گھر والوں سے فرمایا زملونی (مجھے کمبل اوڑھادو، مجھے کمبل اوڑھادو) پھر طبیعت میں کچھ افاقہ محسوس ہوا تو آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا لقد خشیت علی نفسی کہ ''مجھے اپنی جان کا خوف ہے'' حضرت خدیجہ نے اس وقت جو تاریخی کلمات اور تسلی آمیز جملے کہے وہ یوں ہیں کلاّ واللّٰہ لایخزیک اللّٰہ ابدا انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق ''نہیں ہرگز نہیں، اللہ جل شانہ آپ کو رسوا نہیں فرمائیں گے کیونکہ آپ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں اور ضعیف لوگوں کا بوجھ خود اٹھاتے ہیں اور بیروزگاروں کیلئے کمائی کرتے ہیں اور مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں (بخاری شریف ص ۳) غور فرمایئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی جس صفت کا سب سے پہلے ذکر کیا وہ ''صلہ رحمی'' ہے۔

اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو بلا واسطہ درس گاہ نبوی سے استفادہ کرنے والے تھے ان کا طرز عمل بھی اس بارے میں اپنے مربی و محسن سے جدا نہیں تھا، بخاری شریف میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قصہ موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

جب مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا تو حضرت ابوبکر صدیق حبشہ کی طرف ہجرت کے ارادے سے نکلے، جب آپ ''برک غماد'' نامی مقام تک پہنچ گئے تو آپ کو (ربیعہ بن رفیع) ابن الدغنہ ملا اس نے پوچھا! اے ابوبکر کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا مجھے میری قوم نے نکال دیا ہے اور اب میرا ارادہ ہے کہ زمین میں سیر و سیاحت کروں اور بے فکر ہو کر اپنے رب کی عبادت کروں، ابن الدغنہ کہنے لگا ان مثلك لایخرج ولایُخرج فانك تکسب المعدوم وتصل الرحم وتحمل الکل وتقری الضّیف وتعین علی نوائب الحق وانا لك جار فارجع فاعبد ربك ببلادك آپ جیسے لوگ نہ تو نکلتے ہیں اور نہ ہی نکالے جاتے ہیں کیونکہ آپ ضعیف لوگوں کا بوجھ خود اٹھاتے ہیں، اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں اور بے روزگاروں کیلئے کمائی کرتے ہیں اور مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے ہیں اور مصیبت میں لوگوں کے کام آتے ہیں، میں آپ کا پناہ دہندہ ہوں آپ واپس چلئے اور اپنے وطن میں رہ کر اپنے رب کی عبادت کیجئے، پھر حضرت صدیق اکبر ابن الدغنہ کے ساتھ واپس آ گئے۔ اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام میں صلہ رحمی اور دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کا کتنا جذبہ تھا کہ ایک کافر اور بے دین آدمی بھی اس کا اقرار کر رہا ہے، اور ایک اہم بات یہ ہے کہ ابن الدغنہ نے وہی الفاظ حضرت صدیق اکبر کی صفات میں بیان کئے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی شان میں ذکر فرما چکی تھیں، اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ صدیق اکبر نبوی رنگ میں سر تا پا رنگے ہوئے تھے۔

قطع رحمی پر وعید

(۱) عن جبیر بن مطعم قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لایدخل الجنۃ قاطع (مشکوٰۃ ص ۴۱۹) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قطع تعلق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

(۲) عن عبدالرحمن بن عوف قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول قال اللّٰہ تبارك وتعالٰی انا اللّٰہ وانا الرحمٰن خلقت الرحم وشققت لھا من اسمی فمن وصلھا وصلتہ ومن قطعھا بتتہ (مشکوٰۃ) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا میں اللہ ہوں، میں رحمٰن ہوں، میں نے رحم (رشتہ داری) کو پیدا کیا اور میں نے اس کو اپنے نام

(رحمٰن) سے نکالا ہے، پس جو شخص اس (رشتہ داری) کو جوڑے گا میں اس کو اپنی رحمت کے ساتھ جوڑ دوں گا اور جو اس کو توڑے گا میں اسے اپنی رحمت سے کاٹ دوں گا۔

(۳) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کی رحمت ایسی قوم پر نازل نہیں ہوتی جن میں کوئی قطع رحمی کرنے والا موجود ہو۔

(۴) مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ دوسرے مسلمان بھائی سے تین دن سے زائد نہ بولے، اگر تین دن سے زائد جھگڑا برقرار رکھا اور اسی حالت میں مرگیا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے (مشکوۃ)

برادران اسلام! ذرا غور کریں کہ آج مسلمان جن حالات سے دوچار ہیں اور اللہ جل شانہ کی رحمت اور عنایت سے محرومی کا جو منظر ہمارے سامنے ہے اس میں دیگر بہت سی خرابیوں کے ساتھ قطع رحمی جیسے عظیم گناہ کا ارتکاب بھی ایک بڑا سبب ہے، گذشتہ سطور میں ذکر کی گئیں آیات، احادیث اور سیرت نبوی ﷺ کے واقعات ہمارے لئے بہترین نمونہ ہیں۔

قطع رحمی کا انجام

خراسان کا ایک آدمی مکہ میں رہتا تھا، بڑا نیک متقی آدمی تھا، نیکی کی اتنی شہرت تھی کہ لوگ اس کے پاس اپنی امانتیں رکھا کرتے تھے، ایک آدمی نے اس کے پاس دس ہزار دینار امانت رکھے اور خود سفر پر چلا گیا، واپس آیا تو اس خراسانی کا انتقال ہو چکا تھا، اس کے اہل وعیال سے امانت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا، اس نے مکہ کے فقہاء، علماء سے سوال کیا کہ میں نے فلاں شخص کے پاس دس ہزار دینار امانت رکھے تھے وہ فوت ہوگیا ہے، اس کے اہل وعیال نے بھی امانت سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے، ارشاد فرمایئے میرے لئے کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا ''ہمیں امید ہے کہ وہ خراسانی جنتی ہوگا کیونکہ وہ بڑا نیک آدمی تھا، لہٰذا آدھی رات کے بعد زمزم کے کنویں پر جاکر آواز لگاؤ (کیونکہ وہاں رات کو جنتیوں کی روحیں آتی ہیں) کہ اے فلاں ابن فلاں! میں امانت کا مالک حاضر ہوں'' اس نے یہ عمل تین رات کیا مگر کوئی جواب نہ آیا، یہ آدمی ان حضرات علماء کرام کے پاس واپس آیا اور واقعہ سنا دیا، انہوں نے سن کر پریشانی کا اظہار کیا اور کہا ''ہمیں لگتا ہے کہ وہ خراسانی اہل جہنم میں سے ہے لہٰذا تو یمن کی وادی ''برہوت'' میں چلا جا، وہاں ایک کنواں ہے جس پر رات کو جہنمیوں کی روحیں آتی ہیں، اس کنویں پر جاکر آواز لگا'' وہ شخص یمن آگیا اور اس نے کنویں پر جاکر آواز لگائی،

پہلی آواز پر ہی اندر سے جواب آیا کہ تیری امانت فلاں جگہ محفوظ ہے وہاں سے جا کر لے لے، اس پر یہ آدمی کہنے لگا کہ امانت تو میں لے لوں گا لیکن تجھ پر افسوس ہے کہ تو بڑا نیک ہو کر اہل جہنم میں کیسے آگیا ہے، تو اس نے بتایا کہ میں جب خراسان سے مکہ آیا تھا تو وہاں سے لڑائی جھگڑا قطع تعلقی کر کے آیا تھا اس وجہ سے میری کوئی نیکی قبول نہیں ہوئی اور میں جہنم میں جل رہا ہوں۔ یہ واقعہ تنبیہ الغافلین کے حوالے سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب فضائل صدقات جلد اول ص ۲۲۶ پر لکھا ہے۔ اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قطع تعلقی کتنا بڑا اور سنگین گناہ ہے۔

صلہ رحمی کی برکت

احادیث مبارکہ میں بنی اسرائیل کے ان تین آدمیوں کا قصہ بڑی شہرت کا حامل ہے جو ایک غار میں بند ہو گئے تھے، اس پریشانی کے عالم میں ایک دوسرے سے کہنے لگے اپنے نیک اعمال کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو شاید کہ اللہ تعالیٰ اس پتھر کو ہٹا کر ہماری پریشانی کو دور کر دے، ان میں سے ایک بولا اے اللہ! میرے بوڑھے والدین تھے اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے، میں بھیڑ بکریاں چرا کر اپنے بچوں اور نادار بوڑھے والدین کا پیٹ پالتا تھا، جب میں شام کو واپس آتا تو دودھ نکال کر پہلے والدین کو پلاتا پھر اپنے بچوں کو، ایک دن میں گھاس کی تلاش میں دور نکل گیا حتیٰ کہ میں جب گھر پہنچا تو میرے والدین سو چکے تھے، میں نے حسب سابق دودھ دوھا اور برتن لے کر ان کے سر پر کھڑا رہا، میرے دل کو یہ بات بری لگی کہ میں ان کو جگاؤں اور یہ بھی برا لگا کہ پہلے بچوں کو پلاؤں حالانکہ بچے میرے پاؤں میں لوٹتے اور روتے رہے اور میں یونہی کھڑا رہا حتیٰ کہ فجر طلوع ہو گئی، اے اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ میں نے یہ کام تیری رضا کیلئے کیا ہے تو اس پتھر کو اتنا تو ہٹا دیں کہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں، اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ دعا قبول فرمائی اور پتھر کچھ آگے سرک گیا حتیٰ کہ آسمان نظر آنے لگا، اسی طرح اس کے بقیہ دو ساتھیوں نے دعا کی اور اللہ کے حکم سے وہ پتھر دور جا گرا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۰) اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صلہ رحمی اور حسن سلوک کو دعاؤں کے قبول ہونے میں کیا کچھ تاثیر ہے۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، شیطانی وسوسوں اور ابلیس لعین کے مکر و فریب نیز تکبر سے محفوظ فرمائیں، سب مسلمانوں میں الفت و محبت کی فضا قائم فرمائیں اور آپس کی رنجشوں کو دور فرمائیں امین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم۔

یادرفتگاں — جناب حافظ سید محمد اکبر شاہ بخاری جام پور

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید انور رحمہ اللہ تعالیٰ

شیخ الحدیث حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیری، حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی اور حضرت سید نفیس الحسینی رحمہم اللہ تعالیٰ کی جدائی کے زخم ابھی تازہ تھے کہ ہمارے مشفق ومہربان بزرگ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید انور صاحب سابق استاذالحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان بھی ۶ رجمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۱رجون ۲۰۰۸ء بروز بدھ کو واصل بحق ہوگئے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

ان کی وفات سے عالم اسلام عموماً اور پاکستان خصوصاً اپنے ایک عظیم مذہبی سکالر سے محروم ہوگیا ہے، ایسے حضرات کی جدائی سے جو خلا پیدا ہوتا ہے وہ پر نہیں ہوسکتا، علماء کا بڑی تیزی سے اٹھ جانا علامات قیامت میں سے ہے، حق تعالیٰ ہماری حالت پر رحم فرمائیں، آمین۔

آپ جامعہ خیر المدارس کے ممتاز فضلاء اور استاذی حضرت اقدس مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہ کے محبوب تلامذہ میں سے تھے۔ آپ نے ظاہری علوم کے ساتھ باطنی علوم میں بھی کافی دسترس حاصل کی اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب قدس سرہ سے علوم دینیہ بھی حاصل کئے اور سلوک وتصوف کے منازل بھی طے کئے۔ جامعہ خیر المدارس سے فراغت کے بعد آپ جامعہ ہی میں اپنے استاذ مکرم حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر استاذ مقرر ہوئے اور پھر اونچے درجہ کی کتب زیر درس رہیں، ہزاروں تلامذہ نے آپ سے علمی استفادہ کیا جو ملک وبیرون ملک دینی خدمات میں مصروف ہیں۔

آپ سے احقر ناچیز کا تعلق حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ تعالیٰ سابق مہتمم جامعہ خیر المدارس کے زمانۂ اہتمام سے ہی تھا اور آپ کی شفقتیں وعنایتیں اسی زمانہ سے جاری وساری رہیں۔ غالباً ۱۹۷۹ء میں احقر کی درخواست اور حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ تعالیٰ کی سفارش سے ہمارے ہاں جام پور میں جلسۂ سیرت النبی ﷺ کے موقع پر تشریف لائے، اسی طرح خود حضرت مہتمم صاحب بھی احقر کی درخواست پر دومرتبہ جام پور تشریف لائے اور اپنے نورانی بیانات سے مستفید فرمایا۔ حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ احقر راقم الحروف سے انتہائی شفقت ومحبت کا معاملہ فرماتے تھے، اس لئے دوسرے اساتذہ محدث کبیر حضرت علامہ محمد شریف کشمیری، حضرت

مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب ملتانی، حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ، حضرت مولانا منظور احمد صاحب مدظلہ اور دیگر حضرات بھی احقر سے بڑی محبت وشفقت فرماتے تھے، اسی طرح حضرت مولانا عبدالمجید صاحب قدس سرہ بھی احقر سے شفقت کا معاملہ فرماتے تھے۔

زمانۂ تعلیم کے بعد بھی جامعہ خیر المدارس کے سالانہ جلسوں یا دیگر کاموں کیلئے جب بھی جامعہ جانا ہوتا تو حضرت مولانا مرحوم سے ضرور ملاقات ہوتی اور حضرت کی زیارت وصحبت کی سعادت حاصل ہوتی۔ اسی طرح آپ مجلس صیانۃ المسلمین کے سالانہ اجتماعات میں جامعہ اشرفیہ لاہور تشریف لے جاتے تو وہاں بھی حضرت کا بیان سنتے اور ان کی زیارت کی سعادت حاصل ہو جاتی تھی۔

تقریباً دس پندرہ سال قبل آپ انگلینڈ تشریف لے گئے اور وہاں پڑھاتے رہے اور اسلام کی تبلیغ فرماتے رہے۔ گزشتہ سال ڈیرہ غازیخان میں دارالعلوم رحمانیہ کی سالانہ تقریب ختم بخاری شریف میں تشریف لائے تو خصوصی طور پر یاد فرمایا، احقر حاضر خدمت ہوا، انتہائی شفقت ومحبت کا معاملہ فرمایا، احقر نے اپنی نئی تالیفات حاضر خدمت کیں تو بڑی محبت سے کتابوں کو ایک ایک کر کے بڑی توجہ سے دیکھتے رہے اور مسرت کے ساتھ دعاؤں سے نوازتے رہے پانچ، چھ گھنٹے حضرت کی صحبت میں گزارے، آپ اپنے اکابر واساتذہ کے واقعات سناتے رہے۔ اسی دوران احقر نے جام پور کیلئے درخواست کی تو فرمایا ان شاء اللہ آئندہ سال جب پاکستان آنا ہوگا تو آپ کے ساتھ جام پور بھی چلوں گا، اس وقت بہت سے مقامات پر پہلے سے پروگرام طے شدہ ہے ورنہ دل تو اب بھی چاہتا ہے، اس طرح محبت سے آپ نے جو کلمات فرمائے وہ آج تک دل ودماغ پر نقش ہیں۔ بہرحال آپ ایک عظیم محدث بھی تھے اور محقق بھی، بڑے عارف کامل بھی تھے اور شیخ وقت بھی، اخلاق واوصاف میں اسلاف کی یادگار تھے۔ میرے شیخ حضرت اقدس مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ سے بڑی محبت تھی اور ان کے علمی کمالات کے بڑے معترف تھے۔ بڑے نفس مکھ، ملنسار تھے، سادگی وتواضع کا پیکر تھے، ایک بہترین مدرس، مقرر، خطیب، ادیب وشاعر بھی تھے۔ آپ نے ساری عمر خدمت دین، تدریس حدیث، تبلیغ دین اور اصلاح وتربیت میں گزاری۔ چند روز قبل انگلینڈ سے پاکستان تشریف لائے تھے، اس عرصہ میں علیل ہو گئے اور ۱۲ ارجون کو اپنے شہر ساہیوال میں رحلت فرمائی۔ علماء وطلبہ اور عوام وخواص نے ہزاروں کی تعداد میں نماز جنازہ پڑھی اور تدفین ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

امداد السائل فی الاحکام والمسائل فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبد الشکور ترمذی قدس سرہ

الاستفتاء

تبلیغی جماعت سے متعلق سوالات وجوابات

تبلیغی جماعت سے متعلق عوام وخواص کی طرف سے بے شمار سوالات اٹھتے ہیں، اور ان کے جواب میں عموماً افراط وتفریط پیدا ہو جاتی ہے، بلکہ زیادہ تر سائل کے سوال سے متاثر ہو کر جواب کا رخ بھی اسی طرف پھیر دیا جاتا ہے، لیکن حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ ہمارے اُن اکابر علماء کرام ومفتیان عظام میں شمار ہوتے تھے جو صرف زمانے اور معاشرے کے حالات سے متاثر ہو کر کسی چیز پر شرعی حکم نہیں لگاتے بلکہ بیک وقت دونوں طرف نظر رکھتے ہیں اور ان حالات میں تزکیۂ نفس ہو جانے کی وجہ سے نفسانی اور شیطانی خواہشات اور آمیزش سے بھی بفضلہٖ تعالیٰ محفوظ ہوتے ہیں ع بر کفِ جامِ شریعت بر کفِ سندانِ عشق۔ چنانچہ حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ کی خدمت میں تبلیغی جماعت سے متعلق دس سوالات ارسال کئے گئے تھے جن کے حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ نے محققانہ ومعتدلانہ جوابات تحریر فرمائے تھے، یہ جوابات مع سوالات کے ذیل میں درج ہیں۔

سوال...... میں بذاتِ خود تبلیغی جماعت کا مؤید ہوں، لیکن بعض سوالات ابھرتے ہیں، جن کا آنجناب سے جواب مطلوب ہے۔

تبلیغی تحریک فرض عین ہے یا فرض کفایہ، یا واجب سنت ومستحب وغیرہ، اگر فرض عین ہے تو جو لوگ چلہ، چار مہینے، سال وغیرہ نہیں لگاتے ان کے بارے میں تارکِ فرض عین ہونے کی وجہ سے شرعاً کیا حکم لاگو ہوگا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب...... حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کی تبلیغی تحریک میں تعلیم وتعلم اور اصلاح وصلاح کے دونوں پہلوؤں کی رعایت ہے، اگر حدودِ شرعیہ اور شرائط ُ آداب کو ملحوظ رکھ کر اس میں حصہ لیا جائے تو منجملہ دوسرے طرقِ تبلیغ کے یہ طریقہ بھی مفید اور مستحسن ہے اور اس کے ثمرات وفوائد ظاہر وباہر ہیں لیکن تعلیم وتعلم یا اصلاحِ اخلاق کے لئے ہر مسلمان پر گھر سے باہر نکلنا اور سفر کرنا فرض نہیں ہے، بس اس

قدر ضروری اور فرض ہے کہ دینی ضروری علم حاصل کرے اور اپنے اخلاق کی درستگی کی کوشش میں لگا رہے، اس کا جو طریقہ بھی میسر ہو اس پر عمل کرنے سے یہ فرض ادا ہو جائے گا، فرائض کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور واجبات کا واجب اور سنن و مستحبات کا سنت و مستحب ہوگا البتہ جس شخص کے لئے دوسرا طریقہ اپنی اپنی دینی ضروریات کے سیکھنے کا میسر نہ ہو سکے، اس کے لئے اسی طریقہ کو فرائض و واجبات کی حد تک سیکھنے کے لئے ضروری قرار دیا جائے گا اور باقی کے لئے مستحب و سنت اور ہر مسلمان پر بقدر اس کے علم کے لازم ہے کہ وہ اپنے توابع اور متعلقین اہل وعیال کو تبلیغ دین کرتا رہے اور احکام شریعت بتلاتا اور اس پر عمل کی تاکید کرتا رہے اور ہر وقت کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ کو پیش نظر رکھ کر اپنی مسئولیت کا خیال رکھے، اپنے گردو پیش اور اپنے ماحول میں بقدر استطاعت احکام دین کی تبلیغ اور اصلاح اخلاق کی سعی اور کوشش میں لگا رہے، اس مذکورہ خاص شکل کے علاوہ تبلیغ کی یہ خاص صورت نہ فرض عین ہے، اور نہ ہی فرض کفایہ، البتہ قواعد شرعیہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ ایک مستحب اور مستحسن عمل ہے، جو شخص فکرِ معاش سے فارغ ہو کر اور حقوقِ اہل وعیال کا انتظام کر کے اس پر عمل کرنا چاہے وہ ایک مستحب اور مستحسن عمل کرتا ہے، جو نہیں کرتا اس پر شرعاً کوئی مؤاخذہ نہیں ہے، بشرطیکہ دوسرے طریقہ سے وہ اس فرض کی ادائیگی میں ساعی اور کوشاں رہتا ہے۔

سوال...... مقررین، خطباء، واعظین بالخصوص مدرسین ومفتیانِ کرام جو ہمہ وقت دین کی خدمت میں مشغول ہیں، ان کا اپنے اپنے منصب کو چھوڑ کر جماعت کے ساتھ چلہ، چار ماہ وغیرہ لگانا کیسا ہے؟ جبکہ ان کے اس اقدام سے علاقے کے لوگوں عوام اور بالخصوص مدارسِ عربیہ کے طلباء کا نقصان ہوتا ہو، نیز تبلیغی جماعت کے ذمہ دار شخص کا یہ کہنا کہ آج کل تبلیغ کے کام میں جس قدر رکاوٹ دینی مدارس کی طرف سے ہو رہی ہے کسی اور کی طرف سے نہیں ہو رہی، کیا علماء کا دین پڑھانا اور طلباء کا دین پڑھنا تبلیغ میں رکاوٹ ہے؟

جواب...... اگر عوام کو نقصان نہ ہوتا ہو اور نہ طلباء کے اسباق وغیرہ میں حرج ہوتا ہو کہ دوسرا متبادل انتظام ہو یا تعطیلات کا زمانہ ہو، اور مدرسین وغیرہ کو قواعد کے مطابق رخصت مل جاتی ہو تو جماعت میں چلہ لگانا مستحسن ہے، مگر فرض و لازم نہیں ہے، جبکہ وہ بھی تبلیغ وتعلم دین کے کام ہی میں لگے ہوئے ہیں اور نہ ہی یہ دینی تبلیغ و تعلیم کا کام اور مدارس عربیہ تبلیغ کے کام میں رکاوٹ ہیں، بلکہ ان ہی مدارس عربیہ کے فضلاء نے اس تبلیغی طریقہ کی بناء رکھی اور ہمیشہ سرپرستی فرمائی اور ہزاروں علماء اور طلباء اس میں عملاً

شریک رہے اور اب بھی شریک ہوتے ہیں اور جو علماء شریک نہیں ہوتے وہ بھی اس کے استحسان بلکہ بعض صورتوں میں اس کی عملی شرکت کو فرض قرار دیتے ہیں، پھر دینی مدارس کو تبلیغ میں رکاوٹ سمجھنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ یہ خیال بالکل حقیقت کے خلاف ہے اگر کسی مدرسے والے نے کسی جزئی غلطی کی اصلاح کیلئے کہا یا لکھا تو اس کو مخالفت پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے، وہ بھی تبلیغ کا ممد ومددگار ہی ہے، وہ چاہتا ہے کہ اصولِ تبلیغ کے خلاف اس تبلیغ میں جو غلطی شامل ہوگئی ہے وہ اس میں نہ رہے اور اپنے صحیح اصولوں کے مطابق اہلِ تبلیغ کاربند رہیں، واللّٰہ الموفّق والمعین۔

سوال......تبلیغی جماعت کے ساتھ چلہ، چار مہینے وغیرہ لگانے کو کسی عالمِ دین یا شیخ طریقت کی زندگی کا میزان قرار دینا کیسا ہے؟ نیز چلہ، چار مہینے لگانے والے عامی شخص اور ضروریاتِ دین سے ناواقف انسان کو تبلیغی جماعت کے ساتھ وقت نہ لگانے والے عالمِ دین پر ترجیح دینا اور اس غیر عالم ناواقف سے بیان وغیرہ کرانا کیسا ہے؟

جواب......کسی عالمِ دین یا شیخ طریقت کے علم یا بزرگی کے لئے تبلیغی چلہ کو معیار اور میزان قرار دینا تو صحیح نہیں، البتہ اگر کسی ایسے غیر عالم کو عالم پر بیان وغیرہ میں ترجیح دی جائے تو گنجائش معلوم ہوتی ہے جس کو اس طرح کے بیان کا زیادہ تجربہ ہو اور عالم کو تجربہ نہ ہو پھر بھی اس عالم کی تحقیر کا کوئی پہلو دل میں یا زبان وعمل سے ظاہر نہ ہو، کیونکہ یہ اکرامِ مسلم اور اکرامِ علم کے خلاف ہے۔

سوال......مشائخ طریقت جو ترویجِ سنت اور دین کا کام کرتے ہیں، یہ تبلیغ دین ہے یا نہیں؟ ان کی تبلیغی مساعی کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کا کام انفرادی ہے، امت کی اجتماعی فکر نہیں، کیا حیثیت رکھتا ہے؟ نیز تبلیغی جماعت کے ساتھ نکلنے والے مشائخ طریقت کے مریدین کو یہ کہنا کہ پیر کے بتائے ہوئے وظائف کے ساتھ فلاں فلاں تسبیح بھی پڑھ، کس حیثیت کا حامل ہے؟

جواب......مشائخ طریقت اور علماء امت جو ترویجِ سنت اور اشاعت دین کے کام میں لگے ہوئے ہیں وہ یقیناً تبلیغ دین اور اس سے بڑھ کر اصلاح واخلاق اور تربیت وتزکیہ نفوس میں داخل ہے، ان حضرات کے نفوس قدسیہ کی برکت سے ہزارہا اللہ کے بندے تربیت اور تعلیم کے جوہر سے آراستہ اور مزین ہوتے ہیں، یہی حضرات انبیاء علیہم السلام کے صحیح اور حقیقی جانشین اور وارث ہیں یہ کام بھی اجتماعی ہے، البتہ صورت دوسری ہے لیکن صورت مقصود نہیں ہوتی حقیقت پر نظر رکھنی چاہئے، مشائخ

طریقت کی خانقاہوں اور مدارس دینیہ کے فیض یافتہ طلباء وعلماء کا جم غفیر بھی بہت بڑی جماعت ہے، اور رجال سازی کا جو کام مشائخ طریقت اور علماء شریعت کے ذریعہ سے انجام پارہا ہے، وہ کسی دوسرے طریقے سے انجام نہیں پاسکتا، ان ذرائع سے خاص جماعت تیار ہوتی ہے جس سے پھر عام جماعت تعلیم وتربیت حاصل کرتی ہے اور اس طرح امت کی اجتماعی اصلاح کا سامان فراہم ہوجاتا ہے علم صحیح اور تربیتِ اخلاق کے بغیر امت کی انفرادی یا اجتماعی کسی طرح کی فکر بھی بارآور وثمر نہیں ہوسکتی، اور تربیت اخلاق اور علم کا حصول ان ہی مشائخ طریقت اور علماء شریعت کے دامن سے وابستگی پر موقوف ہے۔ تسبیحات ووظائفِ مشائخ کا معاملہ طبیب کے نسخہ کی تجویز کی مانند ہے، ایک وقت میں دو طبیبوں کے نسخہ پر عمل کرنا ہر عاقل کے نزدیک مفید نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی عاقل اس کو تجویز کرسکتا ہے، اس لئے جس شخص کو اس کے مربی اور شیخ نے جو وظیفہ بتلا رکھا ہے، اس کے لئے وہ مفید ہے، اس کو اپنے شیخ کے علاوہ دوسرے شخص کی رائے پر عمل کرنا مفید نہ ہوگا، اور نہ دوسرے شخص کو اس بارے میں اپنے رائے دینی چاہئے، جیسا کہ ایک طبیب کے علاج کے وقت دوسرے طبیب کو دخل دینا مناسب نہیں ہے، غالباً یہ اہل تبلیغ کے اصول کے بھی خلاف ہے۔ واللہ اعلم۔

سوال......مردوں کا تبلیغ میں جانا اور اپنے اہل وعیال کے نان ونفقہ کا انتظام بھی نہ کرنا بلکہ ان کو غیر محرم کے حوالے کرکے جانا کہاں تک درست ہے؟

جواب......اس طرح تبلیغ میں جانا درست نہیں نان ونفقہ اور شرعی محرم کا انتظام کرکے جانا چاہئے اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جن واقعات سے اس کے خلاف کا شبہ ہوتا ہے، اس شبہ کا ازالہ اسی عنوان سے احقر کی کتاب "دعوت وتبلیغ کی شرعی حیثیت" (ص ۶۹ تا ص ۷۱) میں ذکر کردیا گیا، بغور ملاحظہ کیا جائے۔

سوال......کیا عورتوں کا جماعت کی شکل میں تبلیغ کے لئے اپنے محارم کے ساتھ ایک شہر سے دوسرے شہر جاکر محلّہ محلّہ بستی بستی جانا درست ہے؟ جبکہ شریعت نے عورتوں کو محارم کے ساتھ مساجد میں جماعت میں شریک ہونے سے منع فرمایا ہے اور تمام فقہاء اور مفتیان کا اسی پر فتویٰ ہے، ازروئے شریعت وضاحت فرمادیں؟

جواب......عورتوں کی تعلیم وتبلیغ کا محفوظ طریقہ یہی ہے کہ قرب وجوار کی عورتوں کو جمع کرکے اور پردہ کا لحاظ کرکے دینی کتابوں کو پڑھا اور سنا جائے اور کبھی کبھی متشرع دیندار بزرگ عالم سے باپردہ گھروں میں وعظ کہلا دیا جایا کرے۔ اس سے زیادہ اس پُرفتن زمانہ میں اجازت دینا فتنوں کو دعوت دینا ہے،

اسی لئے حکماء امت نے نماز کی جماعت میں شرکت سے عورتوں کو منع کردیا ہے۔ یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جماعت تو سنت مؤکدہ ہے اور تبلیغ فرض ہے اس لئے ایک سنت عمل یعنی جماعت پر، ایک فرض عمل یعنی تبلیغ کا قیاس صحیح نہیں ہے، یہ شبہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ تعلیم وتعلم اگر چہ مرد وعورت سب پر فرض ہے، جس کی تفصیل پہلے نمبر کے جواب میں گزر چکی ہے، لیکن جب عورتوں کی تعلیم وتعلم کا مامون ومحفوظ دوسرا طریقہ موجود ہے اور اس طریقہ سے وہ فرض ادا ہوسکتا ہے، تو پھر اس مامون طریقہ کو چھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار کرنا فرض نہیں رہا، بہت سے بہت مستحب ومستحسن ہی ہوتا، مگر اب اس میں مفاسد زمانہ کی وجہ سے استحباب واستحسان نہیں رہا، اس طرح یہ طریقہ بھی سنت جماعت کی نظیر بن گیا، اور اس کا قیاس سنت جماعت پر صحیح ہوگا۔

سوال......تبلیغ کی غرض سے کوئی کام شریعت یا سنت کے خلاف کرنا یا کوئی خلاف شرع وضع اختیار کرنا تاکہ لوگ تبلیغی جماعت کے سات منسلک ہوجائیں کیسا ہے؟ نیز سنن ومستحبات پر عمل کرنے والوں کو یہ کہنا کہ تمھیں سنتوں کی پڑی ہوئی ہے اور امت کے فرائض وواجبات ترک ہورہے ہیں، ان انفرادی اعمال کو چھوڑو اور اجتماعی فکر اپناؤ، یہ بات کہاں تک درست ہے؟

جواب......تبلیغ کی غرض سے کوئی خلاف شرع وضع اختیار کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ دوسروں کی اصلاح سے اپنی اصلاح مقدم ہے، قرآن کریم میں ہے قوا انفسکم واھلیکم نارا اس لئے خلاف شرع اپنے لئے وضع اختیار کرنا ناجائز ہے اور خود کو ناجائز کا مرتکب اور سزا کا مستحق بنا کر دوسروں کو سزا سے بچانے کا اہتمام کرنا خلاف شرع اور آیت بالا کے مضمون کے خلاف ہے اس میں خود کو اور اپنے متعلقین کو بچانے کا سزا سے حکم ہے بعض حالات اور زمانہ میں دوسروں کی تبلیغ واصلاح سے تو چشم پوشی کی اجازت ہے، مگر ہر شخص اپنی اصلاح کا ہر وقت مکلف ہے، الّا یہ کہ استطاعت نہ ہو اور مجبور ہوجائے تو اس وقت تا استطاعت مکلف نہ رہے گا۔ قرآن کریم کی آیت اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم(الآیۃ) میں بھی ہر عمل کے ساتھ دوسروں کو نیکی کا حکم کرنے پر رد فرمایا گیا ہے، تو پھر قصداً عمل نہ کرنا اور بدعملی اختیار کرنا کس قدر مذموم اور قابل رد ہوگا، سنن ومستحبات پر عمل کرنا باعث خیر اور موجب ازدیاد برکت ہے، اس کو حقیر نظر سے دیکھنا اور زبان سے بھی اس سے بے پرواہی کا اظہار کرنا نہایت درجہ قابل اصلاح بات ہے۔ امت کے جو فرائض وواجبات ترک ہورہے ہیں ان پر توجہ

دینے کی بھی ضرورت ہے اور حتی المقدور ان کی اصلاح کی کوشش کرتے رہنا ضروری ہے، مگر سنن ومستحبات پر عمل کرنا اجتماعی اصلاح اور اجتماعی فکر کے خلاف نہیں ہے، بلکہ ان پر مداومت سے عمل کرنا موجب اصلاح اور اجتماعی فکر کے لئے لازم ہے، جو شخص ان پر ہمیشہ عامل رہتا ہو اس کے تبلیغی کام میں زیادہ برکت کی امید اور اس کا فکر زیادہ مؤثر اور مفید ہے، بہر حال یہ انفرادی اعمال اجتماعی فکر میں معین ومددگار ہیں، نہ کہ مضر اور مانع، بلکہ ان اعمال کا ترک اور استخفاف عجب نہیں کہ بے برکتی کی وجہ سے اجتماعی اصلاح کے لئے مانع اور مضر ہو اور دیکھنے والا یہ خیال کر کے تبلیغ میں کام کرنے سے رک جائے کہ جب دعوت دینے والوں کا عمل ان کے قول کے خلاف ہے تو پھر ہماری حالت بھی قابل اصلاح نہیں ہے، کیونکہ ہمارے اندر بھی عمل کی کوتاہی ہے اور عمل کی ضرورت تبلیغی جماعت میں بھی نہیں تو اس کے ساتھ شرکت وعدم شرکت دونوں یکساں ہے، اور اگر شرکت کرتے بھی تو پھر اس کی نظر میں عمل کی کوئی اہمیت نہ ہوگی، وہ شریک جماعت ہو کر بھی اپنی پہلی ہی بے عملی پر قانع رہے گا۔

سوال...... زید کا قول ہے کہ کسی کو تبلیغی جماعت کے ساتھ جوڑنے کے لئے ہر ممکنہ جائز و ناجائز طریقہ اختیار کرنا چاہئے، اگر کسی کا دوست سینما جا رہا ہے تو اس کے ساتھ چلا جائے اور راستہ میں اسے دعوت دین دیتا رہے حتی کہ ٹکٹ خرید کر سینما حال میں اس کے ساتھ بیٹھ جائے اور اسے دعوت دیتا رہے، جب فلم شروع ہونے لگے تو ٹکٹ پھاڑ کر یہ کہتا ہوا اٹھ کر باہر آجائے کہ میں فلم دیکھنے نہیں آیا تھا تمہیں دین کی دعوت دینے آیا تھا، زید کا یہ قول کیا حیثیت رکھتا ہے؟ جبکہ اس پر فتن دور میں عام طور پر اس درجہ کی صلاحیت نہیں ہوتی کہ نفس وشیطان کے مکر کے خلاف بھرپور مزاحمت کی جائے، کیا اس طرح اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر تبلیغ دین جائز ہے یا ناجائز؟

جواب...... زید کا قول غلط ہے اس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے کہ خود بدعملی اور گناہ کا کام کر کے دوسروں کو نصیحت کرنا شرعاً مذموم اور قابل رد ہے۔ قرآن مجید میں اس پر نکیر اور مذمت آئی ہے، تبلیغی جماعت میں جوڑنے کے لئے ہر جائز طریقہ سے کوشش کرنی چاہئے، ناجائز طریقہ سے نہیں اور کسی غلط کام کے لئے ساتھ رہنا اور اس کے لئے ٹکٹ خریدنا وغیرہ سب ناجائز ہے اور لوگوں کو دل کا حال معلوم نہیں ہوتا کہ فلاں شخص کس نیت سے آیا ہے وہ ظاہری حالت کو دیکھتے ہیں اور بدگمان ہوتے ہیں، عام مسلمانوں کو بدگمانی میں ڈالنا بھی منع ہے، حدیث شریف میں آیا ہے اتقوا مواضع التھم یعنی تہمت وبدگمانی

کے موقع سے بچو۔اس لئے یہ مذکورہ طریقہ ناجائز ہے اور ٹکٹ خریدنے میں مالی تعاون بھی ہے جو کہ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان کے خلاف ہے اور ممنوع ہے۔

سوال......کیا سنن ومستحبات سے عاری شخص بھی دعوت وتبلیغ کا کام کرنے کا اہل ہے جبکہ متبع سنت اور عالم دین موجود ہو؟

جواب......متبع سنت اور عالمِ دین تبلیغ کے لئے زیادہ موزوں اور زیادہ مفید ہے اس کو ترجیح دینی چاہئے، لیکن اگر کسی ایسے شخص کو بھی تبلیغ کے لئے کھڑا کردیا گیا جو سنن ومستحبات سے عاری ہے، مگر فرائض وواجبات پر عامل ہے اور وہ اپنی اس کوتاہی پر قانع نہیں ہے، بلکہ اس کو کوتاہی سمجھتا ہے تو اس میں مضائقہ نہیں ہے۔

سوال......شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کی کتاب ''تبلیغی نصاب'' جو مختلف فضائل کے رسائل کا مجموعہ ہے، ان کی زندگی میں اسی نام سے شائع ہوتی رہی، ان کی وفات کے بعد بعض لوگوں نے اس کا نام بدل دیا، نیز اس کتاب میں سے ایک رسالہ موسومہ ''فضائل درود شریف'' نکال دیا، اس کی وجہ یہ معلوم ہوئی تا کہ منکرین حیات النبی بھی تبلیغی جماعت میں شامل ہوسکیں؟ کسی مصنف کی اجازت کے بغیر اس کی تصنیف کا نام بدلنا اور اس کتاب کا جز خارج کرنا کیا حیثیت رکھتا ہے؟

جواب......تبلیغی نصاب کا مجموعہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے کئی رسالوں کا مجموعہ ہے، یہ ایک کتاب کا نام نہیں ہے، حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے زمانہ میں یہ مجموعہ جن رسالوں پر مشتمل تھا بہتر تو یہی تھا کہ انہیں رسالوں پر مشتمل رہتا، تا کہ اس کی افادیت اور نافعیت میں فرق نہ آتا اور لوگوں کو زیادہ سے زیادہ نفع حاصل ہوتا رہتا، اس لئے اس مجموعہ میں سے فضائل درود شریف کو خارج کردینا پسندیدہ نہیں ہے اور اگر منکرین حیات النبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی رعایت ہے تو پھر اور بھی برا ہے، کسی غلط عقیدہ کی رعایت کر کے صحیح عقیدہ کی اشاعت وتبلیغ سے رک جانا یا رکاوٹ پیدا کردینا ہرگز پسندیدہ بات نہیں ہے اور تجربہ یہ ہے کہ ایسے وقتی مصالح سے کوئی آدمی دھوکہ میں نہیں آسکتا، ہر شخص کو معلوم ہے کہ یہ رسالہ فضائلِ درود شریف حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا ہے اور سالہا سال تک تبلیغی نصاب کا جز ہوکر شائع ہوتا رہا لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں نے اس کو پڑھا اور سنا ہے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کا یہی عقیدہ ہے جو اس کتاب میں درج ہے وہ تبلیغی جماعت کے بانیوں میں شامل ہیں، پھر اس رسالہ کو تبلیغی نصاب سے خارج کردینے یا اس کو برسرِ عام پڑھنے کی ممانعت سے تبلیغی جماعت کے

بانیوں اور سر پرستوں کے عقیدہ میں فرق نہیں آ سکتا، اور کوئی شخص بھی یہ غلط بات ان حضرات کی طرف منسوب نہیں کر سکتا کہ وہ درود شریف کے منکر یا حیاۃ النبی علیہ السلام کے منکر ہیں، کسی انفرادی یا اجتماعی عمل یا عقیدہ کو جماعت کے بانیوں اور سر پرستوں کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا، بعد والے اپنے عقیدہ اور عمل کے خود ذمہ دار ہیں، البتہ موجودہ ذمہ داران جماعت کو بھی ایسے امور میں احتیاط کے دامن کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رہنا چاہئے، جن سے بدگمانی یا غلط گمانی پیدا ہو سکتی یا کی جا سکتی ہو، کسی مصنف کی اجازت کے بغیر اس کی کتاب کا نام بدلنا درست نہیں کہ اس سے خلاف واقعہ نسبت لازم آتی ہے، اور غلط گوئی کے زمرہ میں یہ بات آتی ہے کہ جو نام مصنف نے نہیں رکھا وہ غلط طور پر اس کی طرف منسوب کر دیا گیا، اسی طرح اس کی کتاب کا کوئی جز بھی اس کی اجازت کے بغیر نکالنا کتاب کو ناقص کرنا پھر ناقص کو مکمل باور کرانا ہے، جو کہ ناجائز اور دھوکہ دہی ہے، مگر تبلیغی نصاب ایک کتاب نہیں ہے کئی رسالوں کا مجموعہ ہے اس کی یہ حیثیت نہیں ہے اور نہ ہی حضرت مصنف رحمہ اللہ نے اس کا نام تبلیغی نصاب رکھا، اہل مطابع نے اس نام سے ان رسائل کو جمع کر دیا تھا پھر حضرت مصنف رحمہ اللہ نے بھی اس پر اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا تھا، اس لئے بہتر تھا کہ وہی نام اور وہی رسائل کا مجموعہ اس میں جوں کے توں باقی رہتے جس طرح حضرت مصنف کی حیات مبارکہ میں طبع ہوتے رہے تھے، باقی ایک مستقل رسالہ کا کسی مجموعہ سے علیحدہ کر دینا اور کسی ایک کتاب کے ایک جز اور حصہ کا خارج کر دینا دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں ایک کو دوسرے کے ساتھ خلط نہیں کرنا چاہئے اور عدل و انصاف کا دامن ہر صورت اور ہر وقت مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہنا چاہئے۔ فقط واللّٰہ تعالٰی اعلم بالصواب

ھٰذا ما اردت ایرادہٗ مختصرًا فی ھٰذا الجواب، یشفیك ان شاء اللّٰہ فی ھٰذا الباب، خذ ھٰذا ودع عنك الجدال، واترك القیل والقال، ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکّلت والیہ انیب۔اللّٰھم ارنا الحقّ حقًّا وّارزقنا اتّباعہ، وارنا الباطل باطلاً وّارزقنا اجتنابہ، امین برحمتك یا ارحم الرّاحمین۔

کتبہ الرّاجی رحمۃ ربّہ الغفور، الاحقر السیّد عبد الشّکور التّرمذی عفی عنہ الذّنوب والقصور فی یوم النّشور، خادم الافتاء فی المدرسۃ العربیّۃ الحقّانیہ فی قریۃ ساھیوال فی مضافات سرجودھا ٢٦/رجب المرجب ١٤٠٦ھ

تعارف وتبصرہ

نام کتاب: فانی زندگی کے چند ایام باہتمام ونگرانی: مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ
ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد نوشہرہ قیمت: درج نہیں ہے

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن جان مدنی شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی جامع شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ۔زیر نظر کتاب انہی کی خودنوشت سوانح ہے جس میں ان کا تعارف، تعلیم وتعلم، زندگی کے اہم واقعات، بیرونی اسفار اور مقدس مقامات کی زیارت وغیرہ کا بصیرت افروز تذکرہ شامل ہے جو احباب ومتعلقین کیلئے تسلی اور ان کی یاد کا بہترین ذریعہ ہے۔

کتاب کے شروع میں حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہم کا پیش لفظ نور علیٰ نور اور سونے پر سہاگہ ہے۔

نام کتاب: خصائل نبوی ﷺ کا دلآویز منظر تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ
ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد نوشہرہ قیمت: درج نہیں ہے

اللہ جل شانہ نے اپنی لاریب کتاب میں ارشاد فرمایا ہے لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ تو اسوۂ حسنہ کی پیروی کیلئے آپ ﷺ کے خصائل، شمائل، عادات واخلاق کا معلوم کرنا ضروری ہے۔امام ترمذی رحمہ اللہ کی شمائل اس بارے میں مشعل راہ ہے، لیکن عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے اس کا نفع اہل علم تک ہی محدود تھا، اس بات کی ضرورت تھی کہ اردو زبان میں اس کی احادیث کی ایسی دلنشین تشریح کی جائے کہ عامی آدمی بھی اس سے مستفید ہوسکے اور اپنی عملی زندگی اس کے مطابق ڈھال سکے۔اللہ تعالیٰ مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہ کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور شرح شمائل ترمذی تحریر کر کے مسلمانوں پر عظیم احسان فرمایا۔اب یہ مختلف حصوں میں طبع ہورہی ہے ۔زیر نظر کتاب اسی سلسلۃ الذہب کی ساتویں کڑی ہے جس میں شمائل ترمذی کی سینتیس (۳۷) احادیث کی سلیس اور عام فہم انداز میں وضاحت کی گئی ہے ۔امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کیلئے ایک لاجواب تحفہ اور نعمت عظمیٰ ہے۔

مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی

اخبار الجامعہ

۱۵ر جمادی الاخریٰ: قصبہ جمعیت پور ضلع سرگودھا سے مولانا احمد شیر صاحب تشریف لائے جمعہ پر بیان کیا اور عصر کے بعد جامعہ میں اصلاحی درس بھی دیا۔

۱۶ر جمادی الاخریٰ: صدر جامعہ نے تین طالبات کی تقریب تکمیل حفظ قرآن مجید کے موقع پر جامعہ حقانیہ للبنات میں بیان فرمایا اور دعا کرائی۔

۱۷ر جمادی الاخریٰ: سرگودھا میں قاری بشیر احمد صاحب کے ہاں بعد عشاء ایک گھنٹہ بیان فرمایا۔

۱۹ر جمادی الاخریٰ: مدرسہ محمودیہ سرگودھا کے طلبہ سے ایک گھنٹہ خطاب فرمایا اور انعامات تقسیم فرمائے۔

۲۱ر جمادی الاخریٰ: جامعہ حسینیہ دینہ (جہلم) میں ڈیڑھ گھنٹہ طلباء سے خطاب فرمایا۔

۲۲ر جمادی الاخریٰ: بعد عشاء مسجد الٰہیہ سرگودھا میں طلباء کو قرآن پاک کا آخری سبق پڑھایا اور ایک گھنٹہ بیان فرمایا۔

۲۴ر جمادی الاخریٰ: چالیس روزہ آسان فہم دین کورس جامعہ حقانیہ للبنات ساہیوال سرگودھا میں ڈیڑھ گھنٹہ بیان فرمایا جس میں سورۃ النور کی چند آیات کی دلنشین تشریح فرمائی۔

۲۷ر جمادی الاخریٰ: جامعہ امدادیہ فتحیہ سلانوالی میں بخاری شریف کی آخری حدیث پاک کا درس دیا۔

بعد ظہر قاری محمد ادریس صاحب کے ہاں تربیتی کنونشن میں ڈیڑھ گھنٹہ بیان فرمایا۔

۲۸ر جمادی الاخریٰ: مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات مباریخان میں مشکوٰۃ شریف جلد اول کی آخری حدیث کا درس دیا اور دعا کرائی۔

۳ر رجب المرجب: بعد عشاء ختم نبوت کنونشن بھیرہ میں بیان فرمایا۔

۵ر رجب المرجب: جامعہ کے طلباء درجہ تخصص کو اجازت حدیث عطا فرمائی۔

۶ر رجب المرجب: جامعہ حقانیہ للبنات میں بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا۔

سفر حرمین شریفین زادھما اللہ تعالیٰ تشریفاً وتکریماً

۱۰ر رجب المرجب: صدر جامعہ مع اہلیہ محترمہ عمرہ کے مقدس سفر پر تشریف لے گئے، واپسی ان شاء اللہ ۲۸ر رجب کو ہوگی، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بار بار حج مبرور وعمرہ متقبلہ کی سعادت نصیب فرمائے۔

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا کا تبلیغی و اصلاحی 54واں

سالانہ جلسہ تقسیم اسناد

بتاریخ 13/شعبان المعظم 1429ھ

بمطابق 16/اگست 2008ء بروز ہفتہ بعد ظہر و عشاء

جس میں حسب سابق علماء کرام و مشائخ عظام شرکت فرمائیں گے۔



نوٹ: مورخہ 12/شعبان المعظم 15/اگست بروز جمعۃ المبارک

عارف باللہ شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی تھانوی دامت برکاتہم

جامع مسجد حقانیہ میں خطبۂ جمعہ اور جامعہ حقانیہ میں بعد عصر اصلاحی درس ارشاد فرمائیں گے۔

قارئین کرام تواریخ نوٹ فرمالیں۔



الداعی الی الخیر: احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ مہتمم جامعہ ہٰذا

فون:048-6786002